UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226434
UNIVERSAL
LIBRARY

Osmania University Library

Call No. ۳۱۱ ع - د

Accession No. 3104

Author عبد اللہ

Title ہمارا خاتم

This book should be returned on or before the date last marked below.

# ہمارا خالق

یا ہم کو کسی ذی عقل ہستی نے پیدا کیا ہے یا مردہ اور بے حس اور غیر ذی عقل اندھی برقی قوتوں نے پیدا کیا ہے۔ جن سے ذرّات مادّہ کا وجود میں آنا تسلیم کیا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب اس چھوٹے سے رسالہ میں دیا گیا ہے جو "ہمارا خالق" کے عنوان سے لکھا ہے۔ ہر زمانہ میں لوگ اثبات وجود باری پر دلائل پیش کرتے رہے ہیں۔ اور ایک گروہ نفی وجود باری پر بھی دلیلیں پیش کرتا رہا ہے۔ میں نے پرانی تصنیفات میں سے چند کتابیں دیکھی ہیں۔ مجھے ان کے متعلق رائے زنی کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

میں نے موجودہ زمانہ کے سائنس کی ایک دلیل کو اپنے سامنے رکھ کر رسالہ لکھا ہے۔ اگر سائنس کی تحقیقات اور قیاسات پر یقین کیا جاوے کی ہستی کے تسلیم کرنے میں ہمارے جدید تعلیم یافتہ گروہ کو بہت تامل ہوگا۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات سے میں بخوبی واقف ہوں۔ ان میں

سے بہت سے خدا کی ہستی کے قائل نہیں ہیں اور باقی جو قائل بھی ہیں وہ اُن میں وہ قدرت تسلیم نہیں کرتے جو قادر مطلق یا خالق مطلق میں ہونی چاہیئے۔

موجودہ زمانہ کے سائنس کی تحقیقات کے نتائج حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ زمانہ اور فضائے بسیط اور مادہ بلا ابتدا کے ہمیشہ سے موجود تھے۔

۲۔ مادّہ جس سے کائنات وجود میں آئی ہے اُس کی ابتدائی شکل نقط برقی قوتوں کی تھی۔ اُن قوتوں سے ذرات بنے جن کو ایٹم (Atom) کہتے ہیں اور ان ذرات سے چاند سورج اور تارے اور زمین سب نے بتدریج سنکھا سنک سال کی طویل میعاد گذرنے کے بعد تعمیر ائی۔

۳۔ وہ ذرات جن سے کائنات بنی ہے پھر فنا ہونے والے ہیں۔ ان میں انحطاط پیدا ہو رہا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ ختم ہو جاوینگے اور کل کائنات بھی اُن کے ساتھ ختم ہو جاوگی اور پھر کوئی چیز باقی نہیں رہیگی۔ نہ پھر کسی چیز کے وجود میں آنے کا کوئی امکان ہے۔

اب جہاں تک سائنس کی تحقیقات کا تعلق ہے ہم بلا کسی دوسری تحقیقات کے مقابل میں لاکر کھڑا کرنے کے اُس کی تردید نہیں کر سکتے لیکن اس تحقیقات کے ساتھ جو سائنس داں لوگ اپنے قیاسات لڑاتے ہیں ان کی تردید کا ہم کو پورا حق ہے۔ اور اُن کے قیاسات غلط معلوم ہوتے ہیں۔ میں غور کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ وجود باری سے انکار سائنس کی تحقیقات سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ سائنس دانوں کے قیاسات سے پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے میں نے سائنس دانوں کے قیاسات کے وجوہات سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ وجوہات وجود باری کو خود ثابت کر رہے ہیں۔

ان سے وجود باری کا بطلان لازم نہیں آتا۔

اہل سائنس کے نزدیک مادّہ اور کائنات ازلی ہیں لیکن اُس کے ساتھ ہی اُس کو ناقص اور کمزور اور انحطاط قبول کرنے والی شے بھی مانتے ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اپنی ناقص ترتیب کی وجہہ سے رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیگی۔

اِس دلیل سے نہ تو کائنات ازلی ثابت ہوتی ہے اور نہ ازخود اُسکا وجود میں آنا قابل یقین ہے۔

اگر مادّہ ازلی ہوتا اور خود پیدا ہو کر خود معدوم ہو جانے والا ہوتا تو پھر اس وقت وہ ہمارے سامنے موجود نہ ہوتا۔ قبل اسوقت کے کسی ایسے زمانہ میں معدوم ہو چکا ہوتا کہ جس کا یقین کرنا قطعاً محال ہے۔ اُس کے معدوم ہونے کے وقت کی بھی کوئی ابتدا نہیں ہو سکتی تھی۔ برخلاف اسکے مادّہ کا اس وقت تک وجود میں قائم رہنا اِس بات کی پوری دلیل ہے کہ وہ ازلی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی کوئی ابتدا تھی اور اسی طرح اُس کی ایک انتہا بھی ہوگی۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز ازلی یا بلا ابتدا زمانہ کی ہوگی وہ قائم بالذات ہوگی۔ اُس کے ناقص ہونے کا یا معدوم ہو جانے کا مطلق کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ ناقص ہوتی اور اُس کی سرشت میں معدوم ہو جانے کی خاصیت بھی ہوتی تو پھر اُس کا قائم رہنا ناممکن تھا۔

مثالاً فرض کر لو کہ (الف) وہ زمانہ ہے جس کو ازل کہتے ہیں اور (ب) وہ چیز ہے جسکو مادّہ کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کے کلیہ کے مطابق (الف) اور (ب) دونوں ہمیشہ سے موجود تھے۔ لیکن (ب) کو وہ اسدرجہ ناقص

مانتے ہیں کہ وہ ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ موجودہ وقت تک (ب) کا وجود کیسے قائم رہا۔ ازل کے زمانہ کا ہر سیکنڈ بھی ازلی ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ یعنی کسی دوسرے خاص وقت کا کوئی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ ماننا پڑیگا کہ (الف) کا ہر لمحہ بھی ازلی ہے۔ پس (ب) کو اگر ختم ہونا ہوتا تو وہ ازلی زمانہ سے ہی معدوم ہو چکا ہوتا۔ لیکن (ب) اس وقت تک موجود ہے جو اس بات کا پورا یقین دلاتا ہے۔ کہ (ب) ازلی نہیں ہے اور وہ کسی ایسے وقت میں پیدا ہوا جس کی ابتدا کا یقین احاطۂ امکان میں ہے۔ جب ہم کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مادہ کا ازلی ہونا ناممکن ہے تو پھر اس خیال کا دل میں پیدا ہونا لازمی ہو گیا کہ وہ کیسے وجود میں آیا۔ مگر جب وہ از خود پیدا نہیں ہوا تو لامحالہ اسکو کسی دوسرے کاریگر نے پیدا کیا ہوگا اور اسی کی وجہ سے اس وقت قائم ہے۔ اس دوسرے کاریگر کو ہم خدا کہتے ہیں۔ وہ کاریگر از خود بلا ابتدا زمانہ کے وجود میں آیا۔ اور وہ قائم بالذات ہے۔ اگر اس کی سرشت میں بھی نقائص و کمزوری ہوتی تو وہ بھی اسوقت تک قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اور اسی کے ساتھ مادہ بھی ختم ہو چکا ہوتا۔ مادہ کی موجودگی اس کے وجود اور قایم بالذات ہونے کا یقین دلاتی ہے۔

اب دوسرا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ ایک دوسری ہستی نے جس کو ہم خدا کہتے ہیں مادہ پیدا کیا اور اس سے کائنات بنائی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نے مادہ کہاں سے پیدا کیا ہے۔ کس مسالہ سے ذرات بنائے جن سے کائنات بنی۔ میں نے اس رسالہ میں اس کا بھی جواب دیا ہے۔

میرے نزدیک جب جدید تحقیقات کا ماحصل یہ ہے کہ ذرات مادّہ برقی قوتوں کے باہمی اتصال سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی مختلف تعداد کے دو قسم کے برقی شراروں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ایک ذرہ بن جاتا ہے تو پھر ذرات کے بننے کا مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔ میں اگر خدا یا خالق مادّہ ہی میں وہ تمام برقی و دیگر قوتوں کی موجودگی تسلیم کرلوں جن سے ذرات بنتے ہیں تو اس میں سائنس کی طرف سے مطلق کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ سائنس داں برقی قوتوں کو ازلی مانتے ہیں اور میں ایک ایسی ہستی کو سائنس دانوں کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں جس میں علاوہ برقی قوتوں کے اور بہت سے اوصاف موجود ہیں اور جو خود ازلی ہے اور قایم بالذات ہے۔ اُسی ہستی میں ایک قوت ارادی موجود ہے جو تمام اُن قوتوں کا مکمل مجموعہ ہو سکتا ہے جو سائنس دانوں کو اپنی تحقیقات سے معلوم ہوتی ہیں۔ جب سائنس داں خود ایک چیز کو ازلی مانتے ہیں اور اُسی کی تدریجی ترقی وارتقاء سے کائنات کے وجود میں آنے کے قائل ہیں تو پھر اُن کو ایک دوسری ازلی ہستی میں اُنھیں قوتوں کی موجودگی کے تسلیم کرنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ میں خدا کی قوت ارادی کو اس درجہ کامل سمجھتا ہوں کہ جہاں اُس نے کسی بات کا ارادہ کیا تو وہ تمام قوتیں جو اس میں موجود ہیں فوراً اپنا عمل شروع کر دیتی ہیں جن سے کسی چیز کا وجود میں آنا تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے۔

پس خدا کی ہستی کے تسلیم کرنے کے لئے ہم صرف مجبور ہی نہیں ہیں بلکہ ہم معقول پسندی سے اس بات کو بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ خدا کی قوت ارادی

اس بات پر قادر ہے کہ وہ ذرات مادّہ یا کائنات تعمیر کردے۔

یہ دلیلیں سائنس دانوں کے قیاسات کے مقابل میں پیش کیجاتی ہیں۔ میرا مذہبی اعتقاد بالکل دوسرا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ ہستی جس کو میں خالق کہتا ہوں وہ ذی عقل ہستی ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ برقی قوتیں یا برقی شرارے خالق نہیں ہوسکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مخلوقات میں ہم ایک ایسی چیز موجود پاتے ہیں جو بے حس اور مردہ مادّہ میں موجود نہیں ہے۔ وہ چیز عقل ہے۔ عقل مادہ سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ مادہ سے صرف وہ چیزیں پیدا ہوسکتی ہیں جو خود مادّہ میں موجود ہوں۔ برقی قوتوں یا برقی شراروں میں یا مادّہ میں آج تک کسی نے نہ عقل ثابت کی اور نہ اس کے وجود کا کہیں پتہ نشان پایا لیکن عقل کی موجودگی سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ پس عقل کا پیدا کرنے والا عقل مادّہ نہیں ہوسکتا۔ اس کا پیدا کرنے والا کوئی ایسا خالق ہوسکتا ہے جس میں خود عقل بھی ہو۔

میں نے اس رسالہ میں کسی کے مذہبی اعتقادات سے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ میں نے خدا کے وجود کے متعلق بحث کی ہے۔ خدا سب کا واحد خدا ہے۔ وہ نہ ہندو ہے اور نہ مسلمان اور نہ عیسائی اور نہ یہودی اور نہ پارسی اور نہ بت پرست۔ وہ خدا ہے۔ وہ سب کا خالق ہے اسلئے میں نے رسالہ کا نام "ہمارا خالق رکھا ہے" دنیا میں سائنس کے قیاسات کی وجہ سے دہریت پھیلی ہے۔ یقین ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے جو اس رسالہ میں ملینگی روک تھام ضرور پیدا ہوگی۔

مذہبی علماء خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے خیالات

میں مست رہتے ہیں اور سائنس کی دلیلوں اور تحقیقات کو حقارت سے دیکھا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے اور سائنس دانوں اور سائنس کا اثر ماننے والوں کے درمیان ایک بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ علما سائنس دانوں کو ملحد کہنے لگتے ہیں اور سائنس دان علماء کو جاہل اور کٹھ مُلا سمجھنے لگتے ہیں۔ اگر مذہبی علماء اپنا فرض پورا کرنا چاہیں تو اُن کو سائنس دانوں کے خیالات اور قیاسات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے اور بلا کسی کو کافر یا ملحد یا لامذہب کہنے کے دلائل سے ان کو سمجھانا چاہیئے کہ سائنس کی تحقیقات خدا کی ہستی کے اعتقاد کی منافی نہیں ہے۔

خدا کی ہستی کا دلیلوں سے ثابت کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے میں نے صرف ایک دلیل کو مدنظر رکھکر اس رسالہ میں وجود باری کی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن لوگوں نے زمانۂ حال کے سائنس دانوں کے خیالات سے واقفیت حاصل نہیں کی ہے وہ غالباً بہت سی باتیں سمجھیں گے بھی نہیں۔ میں نے جہاں تک مجھ سے ہو سکا نہایت ہی سلیس زبان میں اپنی دلائل اور سائنس دانوں کے خیالات پیش کئے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس رسالہ کے پڑھنے کے بعد میری کسی بھی دلیل یا تحریر کے بارے میں مزید صفائی کی ضرورت محسوس ہو تو وہ مہربانی سے بذریعہ خط کے اپنی مشکل سے مجھ کو اطلاع دیں۔ اگر مجھ سے ہو سکیگا تو میں اُن کی تشفی کرنے کی کوشش کروں گا۔

یہ رسالہ جناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر والی مانگرول بالقابہ کے صرف سے طبع ہوا ہے۔ جناب نواب صاحب بہادر کو جب یہ معلوم ہوا کہ میں نے اس قسم کا ایک رسالہ لکھا ہے تو جناب ممدوح نے اُس کا مسودہ

منگوا کر اُس کا ایک بڑا حصہ ملاحظہ فرمایا اور اس کا طبع کرانا بطور کارِ ثواب کے ضروری سمجھکر اپنے صرف سے اُس کو طبع کرا دیا - جناب ممدوح ایک روشن خیال والئ ملک ہیں اور نہایت خداترس اور خداپرست مسلمان ہیں وہ بھی اس بات کو محسوس فرماتے ہیں کہ دہریت کا پھیلنا بنی نوع انسان کے حق میں نہایت ہی بُرا ہے - اس لئے میرے ساتھ اسکا ثواب میں شریک ہو گئے ہیں - کہ اس رسالہ کو طبع کرا کے اسکی اشاعت کی جا دے -

میں مثل رسالہ کافرو کافر گر کے یہ رسالہ ایسے معتقد حضرات کی خدمت میں بھی پیش کروں گا جو دہریت کے پھیلنے کے رستہ میں روک تھام پیدا کرنے میں مدد دے سکیں - میں کل دنیا کے دیگر نیک کاموں سے اس کام کو مقدم سمجھتا ہوں - انسانی ہمدردی اور خداترسی و خداپرستی اسبات کو چاہتی ہے کہ ہم اپنے ہم جنسوں کو تاریکی میں ڈوبنے سے بچائیں یہ کوئی خداپرستی نہیں ہے کہ خود تو ہم بیٹھے ورد و ظائف و پوجا پاٹ میں لگے رہیں اور اپنے سامنے دوسروں کو دہریت کے غار میں ڈوبتا ہوا دیکھکر اُن کے بچانے کو ہاتھ نہ بڑھائیں - اس سلسلہ میں بہت سا لٹریچر تیار ہو سکتا ہے - اور ہر شخص اسبات کو تسلیم کریگا کہ اس قسم کے لٹریچر کی اس زمانہ میں خصوصیت سے ضرورت پیش آگئی ہے -

ہم اپنی اولاد اور اہل وطن کی جدید تعلیم پر بہت سا روپیہ صرف کرتے ہیں لیکن مذہبی اعتقادات پر جو اثر جدید تعلیم سے پیدا ہونے والا ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ ضرور ہوگا اس کی روک تھام کیطرف سے غفلت کرتے ہیں اس کی روک تھام صرف نماز روزہ یا پوجا پاٹ کے اصول سکھانے

سے نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روک تھام خدا کی ہستی میں اعتقاد پیدا کرنے سے ہوگی اور خدا کی ہستی میں اعتقاد پیدا جب ہوگا کہ یا تو فقراء کی صحبت کی کشش سے تعلیم یافتہ گروہ اُدھر جھک جائے اور یا خود جدید تحقیقات وعلوم کی دلیلوں سے باری تعالےٰ کا وجود ثابت کرنے کی فکر و کوشش کریں۔ خدا تو بہت قدرت والا خدا ہے۔ دلوں کا مالک ہے۔ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اپنے بندوں کی گمراہی تجھکو بھی بُری معلوم ہوتی ہے۔ تو میری اس ناچیز کوشش میں برکت دے کہ اس سے تیرے بندوں کو فائدہ پہونچے اور اہل دول اور اہل علم کو توفیق دے کہ وہ دہریت کے طوفان سے مخلوق کو بچانے میں مدد دیں۔ آمین ثم آمین۔

عبداللہ

# ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو خدا کی ہستی کا یقین دلانے کی کوشش

اس نوجوان نے جب ریاضی اور ہئیت اور سائنس اور دیگر علوم پڑھے تو اس کے اعتقاد میں بہت ضعف آگیا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کی ہستی کا بھی قائل نہ رہا۔ اور انکار وجود باری کے ساتھ اُس کو دہریت میں اسقدر یقین ہو گیا کہ وہ کسی دوسرے کی بات سننا اور اس پر غور کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

مجھ سے ایک دوست نے کہا کہ وہ نوجوان دہریت کے اعتقاد کی اشاعت اُسی گرم جوشی سے کرتا ہے جس گرم جوشی سے ایک مذہبی پیشوا اپنے مذہب کی اشاعت کیا کرتا ہے۔

میرے پاس آنے سے ایک روز قبل کسی مولوی صاحب سے اس کی بحث بھی ہوئی جس میں دونوں جانب سے سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی تھی۔ میری ان سے ملاقات تھی لیکن میں ان کے موجودہ اعتقادات سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ میں نے ایک روز کہلا بھیجا کہ اگر فرصت ہو تو مجھسے مل جائے۔ چنانچہ وہ دوسرے روز صبح کے وقت میرے پاس آئے اور اُس وقت بھی بہت غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ کسی اور صاحب نے آج بھی اُن کو اشتعال دلا کر خفا کر دیا تھا۔

میں اُن کو اس بحث میں منکر کے نام سے شریک مکالمہ کروں گا اور اپنے کو معلم کے نام سے۔

## مکالمہ

**معلم**۔ کیوں بھائی کس غریب پر خفگی ہے کہ خود بخود بڑبڑا رہے ہو۔

**منکر**- میں اِن جاہل لوگوں سے تنگ آگیا ہوں۔ یہاں تو ہر شخص خدائی فوجدار دکھائی دیتا ہے۔ اگر کسی کے خدا نے اُس کو کوئی پروانہ عطا کیا ہے کہ وہ دوسروں سے سخت کلامی سے پیش آئے تو ایسے خدا کو میرا دور ہی سے سلام ہے۔ ابھی راستہ میں میاں سلیم مل گئے نہ سلام۔ نہ دعا ریکایک مجھ پر برس پڑے کہ ہیں دہریہ ہوں اور میرا منہ دیکھنا حرام ہے۔ میں نے کہا کہ تم اپنی آنکھیں بند کرلو تو میرا منہ تمکو دکھائی نہیں دیگا۔ اس پر اس نے مجھکو سخت سُست کہنا شروع کیا اور زور زور سے چیخنے لگا کہ بہت سے جاہل وہاں جمع ہونے لگے ہیں وہاں سے چلا آیا کہ کہیں فساد نہ ہوجائے۔

**معلّم**- تم کو شاید یہ بات معلوم ہو گی کہ مسلمان کیا اور دوسرے مذاہب کے پیرو کیا کوئی بھی اِس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص خدا کی ہستی سے انکار کرنے کے بعد اِس بات کی بھی جُرات دکھائے کہ اپنی لامذہبی کی اشاعت بھی کرے اور ہر کس وناکس کے سامنے اپنی دہریت کا اعلان بھی کرے۔ اہلِ مذہب اس کو اپنے خدا اور پیشوایانِ مذہب کی سخت توہین اور تحقیر سمجھتے ہیں اور اگر ان کا بس چلے تو ایک منکر شخص کو زندہ گڑوا دیں یا زندہ جلوا دیں یا سنگساری سے اُس کی جان لے لیں۔ تم کو عقل سے کام لینا چاہیئے اور اسطور پر لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

**منکر**- خوب صاحب خوب۔ مجھکو اپنے سچے خیالات کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ دقیانوسی لوگ اپنے غلط اعتقادات کی اشاعت بھی کریں اور دوسروں پر اس کے لئے تشدد بھی کریں۔ نہ معلوم یہ کہاں

کا انصاف ہے۔ آپ سے مجھکو یہ اُمید نہ تھی کہ آپ بھی ویسی باتیں کریں گے جیسی کہ اور لوگ کرتے ہیں۔

**معلّم**۔ میں تو خدا کی ہستی پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ میں اپنے اعتقاد کے مطابق بات کروں گا۔ آپ کے خیالات کو قابل اصلاح سمجھتا ہوں۔ لیکن جب آپ کسی کی بات سُنتے ہی نہیں تو اصلاح کیسے ممکن ہے۔

**مُنکر**۔ حضرت آپ یہ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی بوسیدہ خیال آدمی جس نے ایک فرضی ہستی قرار دے رکھی ہو اور اسکی پرستش بھی کرتا ہو اور اُس سے اپنی ضرورتوں کے لئے دعائیں بھی مانگتا ہو مجھکو اُس فرضی ہستی کے وجود کا یقین دلانا چاہے تو کیا میں اُس کی باتیں سُننے کو تیار ہو جاؤنگا ہرگز نہیں ہونگا۔ اگر وہ ایک غلط بات دلیری اور جرأت اور دعوے سے کہتا ہے اور جو شخص اُس کی بات نہ مانے اُس پر ظلم کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے تو کیا مجھکو ایک سچی بات کہنے کا بھی حق نہیں ہے

**معلّم**۔ بھائی یہ تو سب ٹھیک ہے کہ تم اپنے اعتقاد کے اس قدر پکّے ہو کہ دوسروں کو غلط رستے پر چلنے والے سمجھ رہے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم خدا کو کیوں نہیں مانتے۔

**مُنکر**۔ آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ میں خدا کو کیسے مان سکتا ہوں۔ میں نے آج تک کبھی اُس کو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں اُس کی آواز کان سے سُنی نہیں۔ اُس کی بو اپنی ناک سے سونگھی نہیں۔ اُس کا ذائقہ کبھی چکھا نہیں اور اُس کو ہاتھ سے کبھی چھوا نہیں۔ پس علم کے یہی پانچ دروازے قدرت نے مجھکو دیئے ہیں کہ ان کے رستے سے اگر کوئی بات دماغ تک پہونچتی ہے تو ہم اُسکو ماننے لگتے ہیں۔ اور اگر

نہیں پہونچتی تو نہیں مانتے۔ خدا کے بارے میں کوئی بات ان پانچ دروازوں سے نہ میرے دماغ تک پہونچی اور نہ آج تک کسی اور انسان کے دماغ تک پہونچی ہوگی۔ دُنیا اوہام پرستی میں مبتلا ہے اور سب سے بڑا وہم خدا کے وجود میں اور اُس کے اوصاف میں اعتقاد ہے۔

معلّم۔ پھر غور کرو اور مجھکو بتاؤ کہ اگر کوئی چیز تم کو دکھائی نہیں دیتی یا اُس کی آواز سُنائی نہیں دیتی اور اس کو تم سونگھ نہیں سکتے اور اُس کا ذائقہ چکھ نہیں سکتے اور نہ اُس کو چھو سکتے ہو تو پھر تمہارے نزدیک وہ چیز کسی حالت میں موجود ہی نہیں رہ سکتی؟

مُنکر۔ قطعی یہی بات ہے۔ حواس خمسہ ہی علم کا ذریعہ ہیں۔ اگر کسی ہستی کی موجودگی کی بابت حواس خمسہ گواہی نہیں دیتے تو وہ چیز ہرگز موجود نہیں ہو سکتی۔ وہم پرستی ایک دوسرا امر ہے۔ جن اور بھوت کو تو آپ بھی نہیں مانتے لیکن ایک مخلوق ان کو مان رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں موجود رہتے ہیں اور انسانوں کو ستایا کرتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے اعتقاد میں خود کیوں شریک نہیں ہو جاتے کہ مجھکو اپنے خیال میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

معلّم۔ تم روح کو مانتے ہو یا نہیں۔

مُنکر۔ روح بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ بھی ایک خیالی چیز ہے۔ خدا کے ماننے والوں نے ایک اور فرضی چیز قایم کر رکھی ہے جس کو وہ اپنی نیکی و بدی کی سزا دلانے کی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ زندگی میں بھی ان کو بدلا ملیگا اور مرنے کے بعد بھی۔

معلّم۔ کوئی دس سال قبل تمہارے والد کے زمانہ میں تمہارے حال

ایک بڑی تقریب ہوئی تھی۔ ہزاروں آدمی اُس میں جمع تھے۔ تم کو اس کے واقعات یاد ہیں۔

مُنکر۔ بخوبی یاد ہیں۔ ایک ایک بات بتا سکتا ہوں۔

معلّم۔ تمہارے دل میں اُمیدیں پیدا ہوتی ہوں گی اور کسی بات کا ڈر بھی پیدا ہوتا ہوگا۔

مُنکر۔ ضرور۔

معلّم۔ تم اپنے حافظہ کو دیکھ سکتے ہو اور کبھی دیکھا ہے۔ یا کبھی دوسرے طریقہ سے تمہارے حواس خمسہ نے اسبات کی گواہی دی کہ تمہارے دماغ میں ایک قوت حافظہ ہے اور اُس کی شکل وصورت ورنگ ایسا ہے۔ کیا حواس خمسہ میں سے کسی نے کبھی تم کو بتایا کہ جس چیز میں اُمیدیں پیدا ہوتی ہیں وہ کیسی چیز ہے اور جس چیز میں ڈر پیدا ہوتا ہے وہ کیسی چیز ہے؟

مُنکر۔ یہ چیزیں حواس خمسہ سے معلوم کرنے کی نہیں ہیں۔ ہمارے دماغ میں بہت سی قوتیں موجود ہیں اُنھیں میں سے یہ قوتیں بھی ہیں۔ یہ تو ہم کو معلوم ہے کہ ہمارے پاس ایک دماغ ہے اور اس میں بہت سی قوتیں موجود ہیں۔ اب خود اُن قوتوں کو حواس خمسہ سے نہ دیکھنا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ قوتیں موجود ہی نہیں ہیں۔ ان کا عمل اور کام تو ہر وقت معلوم ہوتا رہتا ہے۔

معلّم۔ دیکھو تم اپنی بات سے بالکل ہٹ گئے۔ تم نے اول یہ کہا تھا کہ جس چیز کی موجودگی کے بارے میں حواس خمسہ گواہی نہ دیں وہ چیز دراصل موجود ہی نہیں رہ سکتی۔ اب تم کہتے ہو کہ کسی چیز کی موجودگی اُس کے عمل اور

کام سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

منکر۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔

معلم۔ برقی قوت کا خیال کرو کہ وہ تم کو دکھائی نہیں دیتی۔ تمہارے جسم میں بھی موجود ہے۔ اور ہر شے میں جو تمہارے آس پاس رکھی ہے موجود ہے۔ مگر تمہارے حواس خمسہ اُس وقت تک اس کی موجودگی کی گواہی نہیں دے سکتے جب تک وہ اپنا عمل اور کام شروع نہ کرے۔

منکر۔ یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔

معلم۔ تو تمہارا ایک کلیہ تو بالکل غلط ہو گیا کہ کسی شے کی موجودگی کا انحصار حواس خمسہ پر ہی ہے۔ اور کسی دوسرے ذریعہ سے ہم کسی شے کو معلوم ہی نہیں کر سکتے۔

منکر۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ حواس خمسہ کے علاوہ کچھ اور بھی طریقے ہیں کہ جن سے کسی چیز کی موجودگی کا پتہ چل سکتا ہے۔

معلم۔ ذرا انسان کے قوت تخیل کیطرف توجہ کرو۔ اس تخیل کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ خلا رسیط اس قدر وسعت رکھتی ہے کہ اُس کی کوئی حدود ہی قائم نہیں کی جا سکتیں۔ وہ ایک غیر متناہی چیز ہے۔ اِس خلا کے وسیع میدان میں تخیل ہی ایک ایسا سوار ہے جو ادھر سے ادھر دوڑ کر آن کی آن میں دور دراز مقامات پر پہونچ جاتا ہے تم سنکھوں میل پرانی دوربین یا آلات سے ایک چمکتے ہوئے ستارے یا جلتی ہوئی گیس کا پتہ لگاتے ہو۔ تمہارے ہیئت دان ہم کو یہ بھی بتاتے ہیں کہ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلکر اور ایک بڑی مسافت طے کرکے لاکھوں برس میں ایک

ستارے سے دوسرے تک پہونچتی ہے۔ لیکن تخیل ایک سیکنڈ کے ایک قلیل حصہ میں اُس ستارے تک پہونچ جاتا ہے۔ تم نے تخیل کی شکل صورت یا موجودگی اپنی آنکھ سے نہیں دیکھی اور نہ دیگر حواس سے اُس کا پتہ لگا سکتے ہو کہ وہ کیا چیز ہے اور اُس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ اسی طور پر رنج و فکر نہایت ہی تکلیف دہ چیزیں ہیں۔ جو ہر آن دل میں تلملاہٹ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا ٹھکانا اور شکل و صورت بھی ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ غرضیکہ خود ہمارے اندر بہت سی قوتیں موجود ہیں جن کی حالت اور صورت اور شکل اور اصلیت کا ہم اپنے حواس خمسہ سے پتہ نہیں لگا سکتے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

**مُنکر**۔ بالکل درست ہے۔ لیکن ان باتوں سے اور خدا کے اعتقاد سے کیا واسطہ ہے؟

**مُعلّم**۔ میں نے یہ باتیں صرف اس لئے بیان کی ہیں کہ تم کو بتاؤں کہ تمہاری یہ دلیل سراسر غلط ہے کہ اگر تمہارے حواس سے کسی شے کی موجودگی ظاہر و ثابت نہیں ہوتی تو وہ چیز موجود نہیں ہو سکتی۔

**مُنکر**۔ خیر یہاں تک تو میں آپ کی بات مان گیا۔ اب آگے چلئے۔ مجھے کسی طور پر خدا کے وجود کا یقین دلا دیجئے۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔

**مُعلّم**۔ کیا اگر تم کو خدا کی ہستی کا یقین ہو جائے تو تم کو خوشی ہو گی۔

**مُنکر**۔ خوشی کی تو بات ہی ہے کہ ایک چیز کا مجھکو یقین نہیں ہے۔ اب اگر معلوم ہو جاوے کہ وہ موجود ہے تو واقعی خوشی کا مقام ہے۔

**مُعلّم**۔ تم نے کبھی جاڑوں کی اندھیری رات میں جب مطلع بالکل صاف ہو آسمان کیطرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا ہو گا۔

متعلم - بہت مرتبہ دیکھا ہے۔

معلم - تم کو کتنے ایک چمکتے ہوئے تارے دکھائی دیے

متعلم - لاتعداد تارے دیکھے۔ کوئی خوب چمکتے ہوئے اور کوئی بہت دھیمے اور کوئی معمولی چمکتے ہوئے۔

معلم - یہ بھی تم کو معلوم ہوگا کہ یہ کل تارے مثل ہمارے سورج کے بڑے بڑے سورج ہیں اور ان میں سے بعض ہمارے سورج سے ہزاروں گنا جسامت میں اور روشنی میں زیادہ ہیں۔

متعلم - یہ بات بخوبی مجھکو معلوم ہے اور میں اس کا ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسے دو اور دو چار کا۔

معلم - ہمارا سورج - ہماری زمین - ہمارا چاند اور یہ کل اجرام فلکی خواہ وہ چمکتے ہوں یا تاریک ہوں یہ سب کیسے پیدا ہوئے۔

متعلم - یہ خود بخود پیدا ہو گئے - اور خود بخود فنا ہو جاوینگے - ان کے اندر خود ایسی قوتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے ذرات ایک دوسرے سے مل مل کر کروڑوں سال میں کہیں جا کر بڑے بڑے ستارے بن گئے اور ان میں روشنی اور حدت پیدا ہوگئی - یہ روشنی اور حدت ضائع ہونے والی چیزیں ہیں - جب وہ سب ضائع ہو جاوینگی تو پھر ایک ایک کرکے ان تاروں کا بھی خاتمہ ہو جاویگا اور ہمیشہ کے لئے کل خلا ایک تاریک و ٹھنڈی رات میں سو جائیگی اور ہر چیز کا ایسا خاتمہ ہوگا کہ دوبارہ اس کی زندگی محال ہو جائیگی۔

معلم - یہ باتیں تم نے حال ہی میں ہیئت داں لوگوں کے خیالات اور مضامین سے سیکھی ہیں اور ان کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا کہ وہ بالکل

صحیح اور درست ہیں۔ لیکن خود کبھی غور نہیں کیا کہ ان میں بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ ہیئت دانوں کے یہ خیالات محض قیاسی ہیں وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کسی بات کی نسبت کوئی قطعی حکم نہیں لگا سکتے کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ پھر تم نے کیسے ان کو قطعی طور پر قابل یقین تسلیم کرایا۔

مُنکر۔ جب ہمارے سامنے کوئی دوسری بات ہی نہیں ہے تو پھر جو دلیلیں ہیئت داں لوگ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اُنھیں تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔

مُعلم۔ یہ بتاؤ کہ وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جن سے بڑے بڑے سورج بنتے ہیں وہ ابتدا میں کہاں سے آئے تھے۔

مُنکر۔ وہ خود بخود خلاء میں موجود تھے۔

مُعلم۔ کب سے۔

مُنکر۔ ہمیشہ سے۔

مُعلم۔ ہمیشہ کی کوئی حد و تعداد؟

مُنکر۔ کوئی حد و تعداد نہیں۔

مُعلم۔ اگر حد و تعداد نہیں تو پھر تمہارے خیال میں ان لا تعداد چمکتے ستاروں کو بنتے ہوئے بھی اسیقدر زمانہ گذر جانا چاہئیے کہ اُن کی بھی کوئی حد و تعداد نہیں ہونی چاہئیے۔

مُنکر۔ وہ کیوں۔

مُعلم۔ اب غور کرو اور ذہن کو اسطرف منتقل کرو۔ دو باتیں تم نے تسلیم کر رکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ زمانہ اور خلاء کی کوئی حد و تعداد نہیں ہے۔

یہ دونوں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ مادے
کے ذرّات جن سے سورج اور تارے اور دیگر اجرام فلکی بنے
ہیں وہ سب ہمیشہ سے خلاء میں موجود تھے۔ یعنی اُن کی موجودگی
کے زمانہ کی بھی کوئی حد و تعداد نہیں ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر جسقدر
زمانہ اِن ستاروں کی عمر کا تمہارے ہیئت داں بتاتے ہیں
اگر اُس زمانہ کی تعداد کو سنکھوں مرتبہ آپس میں ضرب دیا جاوے تو بھی
ہم زمانہ کی ابتدا کو نہیں پہونچ سکتے بلکہ وہ اپنی درازی و طوالت میں
ویسا ہی رہیگا جیسا کہ تھا۔ ستاروں کی عمر کے زمانہ کی اِس غیر
متناہی زمانہ کے مقابل میں مطلق کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ نہ
وہ ایک سیکنڈ کے برابر اور نہ ایک سیکنڈ کے کسی ضعیف سے ضعیف
جز کے برابر۔

منکر۔ یہ تو سچ ہے کہ زمانہ کی ابتدا نہیں ہے اور نہ انتہا ہے۔ لیکن چاند سورج
اور ستاروں کی ابتدا و انتہا قایم کرنے میں کوئی بات مانع نہیں ہو سکتی
یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ ابتدا ہی سے اجرام فلکی بن چکے ہوں
اور نہ یہ لازمی بات ہے کہ وہ لاانتہا زمانہ تک قایم رہیں۔

معلم۔ مجھے یقین ہے کہ تم کو خود دقت محسوس ہو رہی ہوگی کہ تم اُس چیز
کو جس سے چاند اور سورج اور ستارے بنے ہیں بلا کسی ابتدا
کے خلاء میں موجود تسلیم کرتے ہو لیکن جو چیزیں اُس مسالے سے
تیار ہوئی ہیں اُن کے لئے ایک ابتدا قایم کرتے ہو اور یہ بھی تسلیم کرتے
ہو کہ اُن کے لئے ایک انتہا بھی ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے
کے خلاف اور عقل اور قیاس دونوں کے خلاف ہیں۔ ایک چیز جو غیر

تنہا ہی زمانہ سے موجود ہوا اور اس میں وہ قوتیں بھی موجود ہوں۔ جن سے خود بخود چاند سورج اور تارے بن گئے ہوں تو پھر وہ چیز ایک لاتعداد زمانہ تک بیکار کیوں پڑی رہی کہ یکا یک بیچ میں اڑتے ہوئے جگنو کی طرح روشنی کی ایک جھلک دکھا کر ہمیشہ کے لیے پھر ختم ہوگئی۔ اگر تمہارے ہیئت داں اور سائنس داں اس پر یقین رکھتے ہوں تو اُن کی بات قابل یقین نہیں ہو سکتی۔

**مُنکر**۔ لیکن اس میں بھی تو دقت معلوم ہوتی ہے کہ ایک غیر تنا ہی زمانہ سے یہ روشن تارے اور کل کائنات اسی طرح موجود چلی آتی ہیں جیسی کہ اس وقت دکھائی دیتی ہیں۔ تجربوں سے یہ بات پورے طور پر پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز میں انحطاط ہو رہا ہے اور ایک وقت میں ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ اگر غیر تنا ہی زمانہ سے انحطاط ہو رہا تھا تو پھر ہر چیز کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ یہ تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ کائنات کی ہر چیز میں ہر آن کمی ہو رہی ہے۔ اور وہ کمی خود خاتمہ کا ایک پیش خیمہ ہے۔ پس جبکہ زمانہ کی تو کوئی ابتدا نہیں ہے اور اُس کے ساتھ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ کائنات کی کل اشیا بھی بلا ابتدا ہمیشہ سے اسی طور پر چلی آئی ہیں جیسی کہ دکھائی دیتی ہیں تو پھر اس بات کا تسلیم کرنا بھی لازم آئیگا کہ ہر چیز لاتعداد زمانہ سے ایک ہی حالت پر بدستور قایم ہے اور اُس میں کوئی کمی یا انحطاط پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ علمی تجربے اس خیال کے بالکل برعکس ہیں۔

**معلم**۔ میں اسوقت تم سے تمہارے اعتقاد کے مطابق تمہاری باتوں کو تسلیم کر کے تم سے بحث کر رہا ہوں۔ میں ایک مذہبی خیال کا آدمی ہوں میں

تو ہر مادّی شئے کی ایک ابتداء اور آغاز کا یقین رکھتا ہوں۔ اسلیئے مجھے تو اشیاء مادّی کے ابتداء و انتہا و ترقی و تنزل و شباب و انحطاط و خاتمہ کے بارے میں کبھی کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن میں تھوڑی دیر کے لئے تمہارے ہی مسلمہ اصولوں کو سامنے رکھکر تم کو چند ضروری باتوں کی طرف متوجہ کروں گا۔

**منکر** - میری باتیں اور مسلمہ اصول کوئی میں نے اپنے دل سے تو گھڑ لئے ہی نہیں۔ سائنس سے جن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے اُن سے کسی انسان کو بھی انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ بشرطیکہ اس میں معقول پسندی کا مادّہ بھی ہو اور قدرت نے اُس کو عقل بھی عطا کی ہو۔

**معلم** - میں اس بات کو مانتا ہوں کہ سائنس کی اکثر باتیں قابل ماننے کے ہیں اور اُن سے انکار کرنا سراسر جہالت اور ہٹ دھرمی ہوگی لیکن سائنس دانوں کے قیاسات کو بھی آمنّا وصدّقنا کہہ کر تسلیم کر لینا ایک وہم پرستی ہے۔ خدا کے ماننے والوں کو تو تم نے آسانی سے وہم پرست کہدیا۔ لیکن سائنس دانوں کی قیاسی باتوں کو بلا سوچے سمجھے صحیح تسلیم کر لینا بھی ایک وہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ تم اگر سائنس کی تاریخ ابتداء سے پڑھو گے تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا کی پیدائش اور خاتمہ کے بارے میں مختلف زمانوں میں لوگ مختلف قسم کے قیاسات لڑاتے رہتے ہیں۔ ایک وقت میں نظامِ شمسی کا مرکز ہماری اسی چھوٹی سی زمین کو تسلیم کیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اِس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اور یہ خود ایک جگہ پر کھڑی ہے۔ ہلتی جلتی

مطلق نہیں اسی قسم کی سینکڑوں قیاسی باتیں اجرام فلکی اور اپنی زمین کے متعلق ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں لوگ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ایک زمانہ کے ہیئت دانوں اور سائینس دانوں سے دوسرے زمانہ کے عالموں سے برابر اختلاف پیدا ہوتا چلا آیا ہے۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو قیاسی باتیں آج کل تمہارے اور دیگر تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغوں پر غلبہ پائے ہوئے ہیں وہ بالکل سچی ہیں اور اُن میں تغیر و تبدل کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

**مُنکر**۔ میں اس حد تک آپ کی بات مانتا ہوں کہ ہیئت دانوں اور اہل سائنس کے قیاسات میں ہر زمانہ میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔

**مُعلم**۔ دیکھو جس چیز کو علم کہتے ہیں۔ اُس کی گہرائی و وسعت اس قدر زیادہ ہے کہ ہماری زمین کے سمندر اُس کے مقابل میں ایک قطرے کی بھی حقیقت نہیں رکھتے اہل سائنس اس وسیع سمندر کے ایک کونے میں بیٹھے سطح کو ہلا ہلا کر لہریں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لہریں جب پیدا ہوتی ہیں تو انچہ دو انچہ سے زیادہ سطح کو حرکت نہیں دے سکتیں اہل سائنس کی یہ کوششیں قابل شکر گذاری ہیں۔ لیکن وہ اس قدر اہمیت نہیں رکھتیں کہ ہم اُن کے نتیجوں سے مرعوب ہو جائیں ابھی تحقیقات کے میدان میں انسان کو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ابھی انسان کو اس میدان میں بہت کچھ کرنا ہے اور جوں جوں اُس کا دماغ ترقی کرتا جائیگا اُس کو لاتعداد باتیں معلوم ہوتی جاوینگی۔ اپنا دل تم علم کی اُس بے انتہا روشنی کے لئے تیار رکھو جو آئیندہ آنے والی ہے۔
اِس وقت میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں۔

اور وہ یہ ہے کہ وہ ذرات مادہ جن سے تمام کائنات کی عمارت تیار ہوئی ہے اُس کی ازلی ابتدا کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ بقول تمہارے خود بخود بلا کسی ابتدا کے خلا میں موجود تھے یا اُن کو اور خلا کو ہر چیز کو کسی دوسرے نے بنایا ہے۔ ہم تمہاری خاطر سے فرض کئے لیتے ہیں کہ مادہ بشکل ذرات جو حواس خمسہ کی زد سے بالکل باہر ہے ہمیشہ سے موجود تھا اور اس میں وہ برقی اور مقناطیسی اور کیمیائی کل قوتیں بھی موجود تھیں جن کی وجہ سے خود بخود کائنات کے کل سامان تیار ہو گئے۔ اب میری اس بات کو فرض کر لینے کے بعد دوسری بات جو تم کو تسلیم کرنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ کائنات کی تعمیر کا سلسلہ بھی ہمیشہ سے اسی طور پر چلا آتا ہے کیونکہ مادہ باوجود اپنی تعمیری قوتوں کے کبھی بیکار نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ بات بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں جس کی کوئی ابتدا نہیں مادہ جو ہمیشہ سے موجود تھا وہ صرف ایک ہی مرتبہ کائنات کی شکل میں ظاہر ہو کر پھر لاتعداد زمانہ کے لئے اپنے کو ختم کر دیگا۔ کائنات ہمیشہ بنتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ اور ہمیشہ بنتی اور بگڑتی رہیگی۔ کائنات صرف اُن تغیرات کا ایک کرشمہ ہے جو مادہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک تغیر آیا تو مادہ نے ظاہری عمارات یعنی چمکتے تاروں اور بڑے بڑے اجرام فلکی کی شکل اختیار کر لی اور پھر دوسرا تغیر آیا تو کائنات کی کل عمارتیں مسمار ہو گئیں۔ تمہارے اہل سائنس بلا وجہ دماغ سوزی کرتے رہتے ہیں کہ کل کائنات تاریک اور ٹھنڈی رات میں ہمیشہ کے لئے گہری نیند میں سونے کے لئے اپنے بھیانک انجام کی طرف حرکت

کر رہی ہے۔ لیکن سائنس داں ایک طرف تو زمانہ کی ابتدا کے قائل نہیں ہیں۔ اور دوسری طرف مادہ کی ابتدا کے بھی قائل نہیں ہیں۔ مادہ میں وہ قوتیں بھی بلا ابتدا کے موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں جن کی وجہ سے کائنات ظہور میں آئی اور پھر اُن کا یہ کہنا کہ اتنے لاتعداد زمانہ میں صرف ایک ہی مرتبہ مادہ خودبخود کائنات کی شکل میں ظاہر ہو کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیگا بالکل غلط خیال ہے۔

علاوہ بریں یہ تو ایک نہایت ہی کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شے بلا ابتدا زمانہ کے موجود ہوگی تو وہ قائم بالذات ہوگی اُس میں کمزوری اور انحطاط کی خصوصیت نہیں ہوگی۔ کیونکہ جس شے کی ابتدا نہیں ہے وہ اس وقت تک باوجود اپنی کمزوری اور انحطاط کے قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ برخلاف اس کے کسی شے کی کمزوری اور اس کی انحطاط کی خصوصیت اس بات کا پورا ثبوت ہے کہ اُس کے وجود میں آنے کا کوئی زمانہ مقرر ہے وہ بلا ابتدا کے نہیں ہے۔ اور اگر اس کی کوئی ابتدا ہوگی تو لازمی طور پر اسکو کسی دوسرے نے پیدا کیا ہوگا جو اُس سے قبل بلا ابتدا زمانے کے موجود تھا۔

منکر۔ لیکن اہل سائنس تو اب مادہ میں اور اُس کی قوتوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ مادہ کا خود برقی و مقناطیسی و کیمیائی قوتوں سے پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اب مادہ کے ذرات کو کوئی ٹھوس ذرات تسلیم نہیں کرتا اُن کی نسبت جدید تحقیقات یہ ہے کہ ہر ذرہ برقی قوتوں کے باہم مسلسل تصادم کا نتیجہ ہے۔ ہر ذرہ جسکو اصطلاح میں ایٹم (atom) کہتے ہیں سینکڑوں اور بعض حالتوں

میں ہزاروں برقی قوتوں کے شراروں سے بنا ہے جو نہایت تیزی سے ایک مرکز کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور انہیں برقی شراروں کی تیز رفتار مجموعہ کو ذرہ یا ( atom ) مانا جاتا ہے۔ وہ ذرہ یا ( atom ) ان برقی و کیمیائی قوتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ برقی شرارے اور کیمیائی قوتیں ایک دوسری کا ساتھ چھوڑ دیں اور خلا میں منتشر ہو جائیں تو مادہ کا وہ ذرہ جو ان شراروں کی وجہ سے قائم تھا وہ بھی معدوم ہو جاویگا۔ اب فرض کرو کہ ان کل ذرات کی برقی و کیمیائی قوت خلا میں منتشر ہو جائے تو پھر لا محالہ کائنات خود بخود ختم ہو جاویگی جب کسی عمارت میں اینٹیں اور مسالہ ختم ہو جاوے تو عمارت کا عدم میں پہونچنا ایک لازمی امر ہے۔ سائنس داں لوگوں کو یہ بات تجربوں سے معلوم ہو گئی ہے کہ مادے کے ذرات کی قوتیں جن کے باعث وہ قائم تھے بعض حالات میں منتشر ہو کر ذرات کو بھی ختم کر دیتی ہیں۔ اس سے وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ کل کائنات رفتہ رفتہ عدم کے دروازہ کی طرف حرکت کر رہی ہے اور ایک وقت آئیگا کہ بجز ٹھنڈی اور اندھیری رات کے اور کچھ باقی نہیں رہیگا

معلم۔ تمہارے علمار کے خیالات سے جو اس معاملہ میں انھوں نے قائم کرلئے ہیں میں بخوبی واقف ہوں۔ میں اس سے بھی پوری طرح واقف ہوں کہ وہ مادے کی اصلیت صرف ان برقی شراروں کو سمجھتے ہیں جن کو وہ الکٹرون و پرٹون کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اب اس زمانہ کے سائنس داں تو مادے کے وجود کا انحصا

برقی قوتوں پر مبنی سمجھتے ہیں۔ ان قوتوں کا مجموعی نام انرجی (energy) ہے۔ اور اس کل کائنات کی ابتداء صرف انرجی ہی سمجھتے ہیں۔ یہانتک تو مجھکو بھی واقفیت ہے۔ گو میں کائنات کی ابتداء کے متعلق بالکل ہی مختلف اعتقاد رکھتا ہوں۔ مجھے آپ کی اس بات کے فرض کر لینے میں کوئی دقت نہیں ہے کہ مادہ جس شکل میں ہم کو دکھائی دیتا ہے یہ انرجی یا قوت سے ہی پیدا ہوا یا پیدا کیا گیا ہے۔

مگر ہیئت دانوں اور اہل سائنس کے قیاسات پر جو میرا اعتراض ہے وہ بدستور قائم ہے۔ خواہ مادہ ابتدائی حالت میں ٹھوس ذرات کی صورت میں مانا جائے یا انرجی یا قوت کی شکل میں مانا جائے۔ ہر دو صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس میں کچھ خواص ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے اس میں تغیرات پیدا ہوئے اول ذرات بنے اور ذرات کے جمع ہونے سے بڑے بڑے سورج پیدا ہو گئے۔ اور یہ ذرات ہمارے حواس خمسہ کے احاطہ سے بالکل خارج ہیں۔

اب تم غور کرو کہ اصل چیز جو ان بڑی بڑی مادی عمارتوں کے تعمیر کرنے کی باعث ہوئی وہ خود مادہ کا وجود نہیں تھا بلکہ اس کے عمارتی خواص تھے۔ یعنی برقی اور دیگر قوتوں میں وہ خواص موجود تھے جن سے وہ ایک دوسرے سے مل ملکر ایک جگہ جمع ہوئے اور آخرکار اس قدر زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے کہ ان سے سورج اور چاند ستارے بن گئے۔ تم ان خواص کو بھی ان قوتوں کا قدرتی لازمہ سمجھتے ہو جن سے خود مادہ تیار ہوا ہے۔ اور یہ بھی مانتے ہو کہ مادہ مع اپنے خواص تعمیری

کے ازلی ہے۔یعنی اُس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مانتے ہو کہ اس وقت تک مادہ معہ اپنے خواص تعمیری کے خلا میں موجود ہے۔
اب ذرا توجہ کرو اور ہئیت داں اور اہل سائنس کے قیاسات پر اپنی صحیح رائے قایم کرنے کی کوشش کرو۔ ہم کو اپنی مسلمہ باتوں سے نتیجہ اخذ کرنا ہے کہ آیا آج کل کے ہئیت داں اور اہل سائنس نے جو کلیئے قایم کر رکھے ہیں۔یا جو قیاسات قایم کرکے کل کائنات کو ایک وقت میں عدم میں داخل کرنے کی رائے قایم کر رکھی ہے کیا وہ قیاسات صحیح ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہئیت داں اور اہل سائنس خود پریشانی کے ورطے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اُن اعتراضات کی اہمیت کے قائل ہونگے جو میرے ذہن میں ہیں اور جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں یا آگے جاکر پیش کرونگا۔لیکن وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر سمندر میں ہم کو ایک قطرہ ہاتھ لگجاتا ہے تو ہم تمام سمندر کے گہرے سے گہرے اور پوشیدہ سے پوشیدہ راز کو بھی سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور فوراً ایک ایسی رائے قایم کر لیتے ہیں کہ جس کو بعض وقت خود عقل بھی قبول نہیں کرتی۔
اب اس مادہ کے فنا اور بقا کے مسئلہ پر غور کرو۔ایک چیز معہ اپنے خواص کے اُس زمانہ سے موجود ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔اور اُس میں ہمیشہ اپنے خواص کیوجہ سے تغیرات اور تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔اور تمام کائنات کی عمارت اُسی سے تعمیر ہوتی رہی ہے۔لیکن اگر کوئی سائنس داں اپنی لیبوریٹری یا تجربہ گاہ میں بیٹھکر بجلی کی قوت کے زور سے مادہ کے کسی ایک ذرے میں کوئی ایک تبدیلی پیدا کردے تو

اس پر فوراً رائے قایم کرلے گا کہ جس انرجی (energy) سے وہ ذرہ بنا تھا وہ منتشر ہوگئی اور وہ ذرہ معدوم ہوگیا - اور ایک ذرہ کی تبدیلی سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ کل کائنات کے ابتدائی مادہ کے ذرات اسی طور پر انرجی (energy) کے منتشر ہو جانے سے معدوم ہو جائینگے - اور اس کے ساتھ کل کائنات بھی معدوم ہو جاویگی - اور بجز ٹھنڈی اور تاریک رات کے اور کوئی چیز خلا میں باقی نہ رہے گی میں اس قیاس کو قطعی ایک غلط قیاس سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک سائنس داں لوگ اس مسئلہ کے حل کرنے میں قطعی قاصر ہیں - اس پر میرے حسب ذیل اعتراضات ہیں - اور وہ سائنس کی دلائل پر مبنی ہیں - میرا اعتقاد جداگانہ ہے -

(۱) جو چیز لاتعداد زمانہ سے موجود ہو اور خود جس کی کوئی ابتدا نہو اور جو اس وقت تک قائم ہو وہ خود بخود کبھی معدوم نہیں ہوسکتی اگر اس میں معدوم ہونے کی بھی خاصیت ہوتی تو وہ اسوقت تک قایم نہیں رہ سکتی تھی بلکہ ایک لاتعداد زمانہ میں اس سے پہلے ہی ختم ہوچکی ہوتی -

(۲) کسی چیز کی جو طبیعت یا سرشت یا خاصیت ہوتی ہے اور جو لاتعداد زمانہ سے اس میں قائم رہی ہو وہ اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی طبیعت یا خاصیت یا سرشت کا بدلنے والا کوئی دوسرا ہونا چاہئیے خود بخود طبیعت یا سرشت نہیں بدل سکتی - کیونکہ جس چیز کا وجود محض اس کی سرشت یا طبیعت کیوجہ سے قایم ہو وہ طبیعت اس چیز سے علیحدہ نہیں ہوسکتی مادہ میں جو خواص موجود ہیں اور جن کی وجہ سے کائنات تعمیر ہوئی

ہیں وہ خواص خود بخود مادّے کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے

(۳) اگر مادہ کے ایک ذرہ کی انرجی کو برقی قوت نے منتشر کردیا تو اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کل ذرات عالم کی انرجی بھی اسی طور پر منتشر ہوکر مادہ اور اس کے ساتھ کائنات معدوم ہوجاوینگے۔

(۴) آپ کے سائنس دانوں نے اب تک اگر کامیابی حاصل کی ہے تو صرف اسی بات میں کی ہے کہ وہ مادہ کے ذرات کی انرجی منتشر کر سکتے ہیں لیکن انرجی یا قوت سے اُنھوں نے آج تک ذرات تیار نہیں کئے اور وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر کسی ذرے کی قوت بجلی کے زور سے منتشر ہوگئی ہو تو وہ قوت اپنی قدرتی خواص اور طبیعت کی وجہ سے پھر ذرات میں تبدیل نہ ہوجائیگی - یہ کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اگر کسی خارجی زبردست قوت کے زور سے ذرات کی انرجی منتشر کردیجاوے تو وہ انرجی یا قوت پھر اُسی وقت ایک جگہ جمع ہوکر اُسی قسم کے ذرات نہیں بنا سکتی اگر آپ کے سائنس داں صاحبان کا یہ خیال ہے کہ کل کائنات کی بنیاد میں صرف انرجی یا قوت ہی قوت ہے اور اُسی انرجی کیوجہ سے ذرات تعمیر ہوئے ہیں تو پھر اُن کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُس انرجی یا قوت کا یہ قدرتی خاصہ ہے کہ وہ ذرات مادّہ خود بخود تعمیر کیا کرے - جب ایک مرتبہ کسی وقت میں جس کی کوئی ابتدا نہیں بتاتے اس بنیادی انرجی نے خود بخود اپنی سرشت یا طبیعت کے زور سے ذرات تعمیر کردئے جواب تک موجود ہیں تو اُسی طبیعت یا سرشت کیوجہ سے یہی انرجی پھر ذرات مادہ تعمیر

کر سکتی ہے۔ سائنس داں یہ تو نہیں کہتے کہ یہ بنیادی انرجی یا قوت بھی معدوم ہو جائیگی۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ انرجی خلاء بسیط میں جس کی کوئی حد نہیں منتشر ہو جاویگی اور ایک مرتبہ منتشر ہونیکے بعد پھر بیکار ہو جاویگی۔ آپ کے سائنس دانوں کا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے۔ اسی خلاء بسیط میں جب وہی انرجی ایک مرتبہ منتشر تھی تو اس نے پوری کائنات تعمیر کر دی تو اب اُس کو دوبارہ اپنی قدرتی خاصیت کیوجہ سے کائنات کے تعمیر کرنے میں کیا امر مانع ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ میرا عقیدہ بالکل مختلف ہے۔ تم اب میرے ان اعتراضات پر غور کرنے کے بعد بتاؤ کہ اہل سائنس کے قیاسات متعلق پیدائش کائنات وخاتمہ کائنات قابل تسلیم ہیں یا نہیں

منکر۔ اب تو میرے دل میں بھی بہت سے شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور میں سمجھ گیا کہ اہل سائنس کے قیاسات کُلیتاً قابل تسلیم نہیں ہیں۔ کائنات کے خاتمہ کے متعلق تو اُن کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے۔ میں ایک بات سے بہت خوش ہوا کہ اہل سائنس اور ہئیت داں لوگوں نے اس کل موجودات کے بارے میں جو ایک ڈراونی تصویر ہمارے سامنے پیش کر رکھی ہے وہ تصویر ایک سچی تصویر نہیں ہے۔ ہماری دنیا اور یہ کل چمکتے ہوئے تارے اور چاند اور سورج ایک خوفناک خاتمہ کیطرف ہرگز نہیں جا رہے ہیں بلکہ اُن کی ہستی کے قائم رہنے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ اور یہ کائنات اسی طرح بنتی اور بگڑتی رہیگی۔ لیکن ابھی تک آپ اپنے اصلی مقصد پر نہیں آئے۔ آپنے خدا کی ہستی اور وجود کے بارے میں تو اس وقت تک کچھ بھی نہیں کہا۔

معلّم۔ اب تم سمجھ لو کہ تم ایک وہم پرستی کے جال سے نکل گئے۔ تم لوگ

اگر اپنا ذہن ادھر منتقل کرو تو تم کو یقین ہو جاویگا کہ مادّے کی خواص وغیرہ کی تحقیقات تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اہل سائنس جو کچھ اس میدان میں کر رہے ہیں وہ قابل داد ہے - لیکن اپنی تھوڑی سی تحقیقات پر وہ اپنے قیاسات کا اسقدر اضافہ کرتے جاتے ہیں کہ خود بھی ایک وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی طبیعت کو بھی ڈانواڈول کر دیتے ہیں - اُن کے قلب کو خود کسی بات کا اطمینان نہیں ہے - برخلاف اس کے جو لوگ خدا کے ماننے والے ہیں اُن کو بہت بڑا اطمینان رہتا ہے کہ ہم کو کس نے پیدا کیا ہے اور کون ہمارا ہر وقت نگراں رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ ہمارا نگراں رہیگا ایک بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ ہم اپنے کو لاوارث نہیں سمجھتے - خدا کی ہستی اور وجود میں اعتقاد پیدا کرنے کے لئے بہت سے وجوہات موجود ہیں تم کو غور کرنے سے بہت سی باتیں خود بخود معلوم ہو سکتی ہیں اب کچھ اصولی اُمور تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں - جن سے خدا کے رستے پر آنے کے لئے تم کو امداد ملیگی -

**مُنکر** - آپ نے میری طبیعت کو ایک بہت ہی گہرے خیال سے ضرور اُکھیڑ دیا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپنے مجھکو کسی دوسری طرف بھی لاکر چھوڑ دیا ہے - میں تو خود ایک تشویش محسوس کرتا ہوں کہ مجھکو کسی طرح خدا کے وجود کا یقین ہو جائے -

**مُعلم** - تم کو لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم دہریئے نہیں تھے اس لئے میری باتوں کا تم کو یقین آگیا - اس لئے میں چاہتا تھا کہ تم کو رفتہ رفتہ اپنے عقیدے کی طرف متوجہ کردوں - لیکن اب جبکہ تمہارے دل میں

اس معاملہ میں تفتیش کا احساس ہو رہا ہے تو میں اس مسئلہ کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ دیکھو ابھی اس سے قبل تمہارا یہ عقیدہ تھا کہ کائنات کی ابتداء انرجی یعنی برقی کیمیائی و مقناطیسی وغیرہ قوتوں سے ہوئی ہے۔ اور یہ قوتیں ہمیشہ سے موجود تھیں اور جس زمانہ سے وہ موجود تھیں اُس کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔

لیکن جب انرجی ہمیشہ سے موجود تھی تو تم کو اس بات کے ماننے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ انرجی کسی دوسری ہستی میں موجود ہو اور اس ہستی کے ذریعہ سے وہ ظہور میں آئی ہو۔

**مُنکر** - دقت تو کوئی نہیں ہے لیکن اُس دوسری ہستی کے وجود کا کہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

**مُعلم** - مادہ کی بنیادی انرجی یا قوت کو تم بطور ایک علمی قیاس کے مانتے ہو اُس کے ماننے کے لئے بھی تو کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔

**مُنکر** - یہ سچ ہے۔

**مُعلم** - جب یہ بات سچ ہے تو پھر انرجی یا قوت خود بخود بھی موجود رہ سکتی ہے۔ اور کسی دوسری ہستی کے ذریعہ سے بھی وجود میں آسکتی ہے۔ تمہارے سائنس دانوں کی تحقیقات یا خیال نے اِس بارے میں میری مشکل بالکل ہی حل کر دی۔ جو لوگ اس سے قبل خدا کے منکر تھے وہ مادہ کا وجود بلا ابتداء کے تسلیم کرتے تھے کہ یہ ذرات مادہ ہمیشہ سے لاتعداد زمانہ سے موجود تھے اور اپنی طینت یا سرشت کیوجہ سے وہ ہمیشہ کائنات کی عمارت تعمیر کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب تو جب سے اس انرجی یا قوت کا خیال سائنس دانوں کو پیدا ہوا ہے کہ کل

کائنات کی بنیاد صرف انرجی پر ہی قایم ہے تو پھر کسی چیز کے عدم سے وجود میں لانیکے خلاف جو دلیلیں تھیں وہ سب خود بخود ختم ہو گئیں۔

ہمارے آریہ سماجی احباب تین چیزوں کو ازلی یا بلا ابتدار کے مانتے ہیں یعنی خدا۔ اور روح اور ذرّات مادہ۔ برخلاف اس کے اہل سائنس صرف ایک چیز کو ازلی یا بلا ابتدار کے مانتے چلے آئے ہیں اور وہ ذرات مادہ معہ اپنے خواص و سرشت کے ہیں۔ اہل مذہب صرف ایک ہستی کو یعنی خدا کو ازلی مان رہے تھے۔ اب اگر ہم ایک ایسی ہستی کو ازلی یا بلا ابتدار کے مان لیں جس میں انرجی یا قوت بھی ہو اور عقل اور روح بھی ہو تو پھر تو خدا کی ہستی کا تسلیم کر لینا بہت زیادہ آسان ہو جائیگا اور اُس کا وجود قرین قیاس ہو جائیگا۔

میں نے شروع میں تم کو انسان کے تخیل کے بارے میں بتایا تھا۔ کہ گو اُس کا وجود موجود ہے مگر حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اُس کی موجودگی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور وہ سنکہا سنکھ میل کے فاصلہ پر ایک سیکنڈ کے سویں حصہ سے بھی کم وقت میں پہونچ جاتا ہے۔ اُس کی رفتار کا مقابلہ نہ بجلی کر سکتی ہے اور نہ روشنی اور نہ کوئی اور مادّی قوت۔ اب فرض کر لو کہ ہمیشہ سے بلا ابتدار زمانہ ایک ہستی موجود تھی جو خود بخود وجود میں آئی اور وہ عقل رکھتی ہے اور بجائے انسانی تخیل کے ایک ایسی قوت رکھتی ہے کہ ایک ہی وقت میں تمام کائنات تک اُس کی رسائی ہو سکتی ہے اور صرف رسائی ہی نہیں بلکہ اُس قوت میں وہ سب خواص موجود ہیں جو بجلی و روشنی و کیمیائی و مقناطیسی قوتوں میں ہم موجود پاتے ہیں۔ وہ اپنی قدرت کے ذریعہ سے سب کام کر سکتی

جو اہل سائنس کی انرجی کام کرتی ہے۔ بلکہ چونکہ اُس میں عقل ہے وہ معمولی اُن قوتوں سے جو مادی اشیاء کا لوازمہ ہیں لاتعداد گنا زیادہ کام لے سکتی ہے۔ مثال کے طور پر تم اپنی قوت تخیلہ کی طرف توجہ کرو۔ آسمان میں تم کو روشن بادلوں کا ایک حلقہ دکھائی دیتا ہے جسکو کہکشاں کہتے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ بادل تاروں کے جھنڈ در جھنڈ سے بنتے ہیں۔ یہ اس قدر دور ہیں کہ بڑی سے بڑی دوربین میں بھی وہ تاروں کی شکل میں علیحدہ علیحدہ نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن یہ قیاس ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ وہ تاروں کے جھنڈ ہیں۔ اِن روشن بادلوں کے آس پاس لاکھوں بڑے بڑے تارے بھی ہیں جو علیحدہ علیحدہ دکھائی دیتے ہیں۔ ہماری قوتِ تخیلہ اِن سب تاروں اور بادلوں تک آن کی آن میں پہونچ جاتی ہے اب اگر ہماری قوتِ تخیلہ اپنے عمل میں محدود نہ ہوتی اور اُس میں وہ سب قوتیں موجود ہوتیں جن سے کائنات بنتی اور بگڑتی رہی ہے تو ہمارا تخیل تمام کائنات پر ایک ہی مرتبہ حاوی ہوسکتا تھا اور مادی اشیاء پر حکومت کرسکتا تھا۔ جہاں کوئی تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی صرف ایک خیال سے ہی تغیر پیدا ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اُس خیال میں سب قوتیں جو حرکت دیتی ہیں یا چیزوں کو بگاڑتی و بناتی ہیں موجود ہوتیں۔ پھر اُس قوت کے ذریعہ سے ذرّاتِ مادہ خود بخود بنتے جاتے اور ہزاروں سورج اور چاند اور تارے تعمیر پاتے رہتے۔ اِس قوت کو ہاتھ۔ پاؤں یا آنکھ کان کی کوئی محتاجی نہیں ہوسکتی تھی۔ کل کام محض خیال سے ہی ہوتے رہتے۔ جب تم ایک بے جان اور بے عقل چیز کو جیسے سائنس داں انرجی کہتے ہیں۔ کائنات کی تعمیر کے کل کاموں کے لئے قادر مانتے

ہو تو پھر ایک ذی عقل و ذی روح ہستی کو اُس انرجی کا مالک ماننے میں کونسی دقت ہے۔ تم نے سائنس کے تجربوں سے معلوم کر لیا کہ مادی اشیاء میں کچھ ایسی قوتیں موجود ہیں جو مادے کی شکل میں تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہیں اور اسی سے قیاس لگا لیا کہ کل مادہ اور کائنات انھیں قوتوں نے خود بخود تعمیر کر دیئے ہیں اور وہ کل چیزیں جن کو ہم اپنے حواس خمسہ سے محسوس کرتے ہیں اُن کی بنیاد انھیں قوتوں پر قائم ہے۔ یہاں تک تو تم کو اپنے علمی تجربات اور قیاسات سے یقین کے لئے ایک بات مل گئی۔ لیکن تمہارے سائنس داں یہ نہیں بتا سکتے کہ اُس انرجی یا قوت کا ماخذ کہاں سے ہے جس سے یہ زمین اور سمندر۔ پہاڑ اور چاند اور سورج اور کل اجرام فلکی بنے ہیں۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس قوت یا انرجی کا ماخذ ایک ذی عقل ہستی ہے اور تم کو غور کرنے سے خود بخود معلوم ہو جاویگا کہ یہ بات بالکل قرین قیاس ہے اور اُس کی سب سے قوی وجہ یہ ہے کہ وہ قوت یا انرجی خلاء کے جس حصہ میں بھی موجود ہو گی اُس کے خواص ہر مقام پر ایک ہی جیسے ہونگے۔ روشنی بھی انرجی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ خواہ وہ ہمارے سورج میں سے نکلے یا ایک سنکھوں میل دور کے کسی تارے سے نکلے۔ اُس کی رفتار و عمل سب جگہ یکساں ہوں گے اسی طور پر برقی قوتوں اور مقناطیسی قوتوں کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ خلاء کے ہر مقام پر اُن کی رفتار و کام سب یکساں ہوتے ہیں۔ پھر ذرات مادہ کو دیکھئے کہ وہ جہاں بھی ہوں اُن کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ برقی قوتوں سے ہی بنے ہیں اور ہر ذرہ ایک زبردست قوت کا مجموعہ ہے پس اگر اُس کی انرجی اُس سے علیحدہ کیجا دے تو کیلوزہ انرجی

لاہون گھوڑوں کی قوت کا کام دے سکتی ہے۔ اب اگر کل خلا میں جہاں جہاں بھی اجرام فلکی یا دیگر مادی اشیاء موجود ہوں وہ ایک ہی قانون کے تحت میں کام کرتے ہوں اور ہر جگہ مادے اور اُس کی بنیادی قوتوں کے ایک ہی جیسے خواص ہوں تو پھر یہ بات بہت ہی زیادہ قرین قیاس ہو جاتی ہے کہ اُن سب کا ماخذ بھی ایک ہی ہوگا۔ اور اُن کی طینت و سرشت بھی کسی ایک ہی صانع کے ہاتھ سے اُن کے ساتھ لگا دی گئی ہے۔ اگر کل ذرات مادہ اور بنیادی قوت یعنی انرجی کسی ایک ماخذ سے نہ ہوتے تو پھر یہ بات زیادہ قرین قیاس ہوتی کہ کسی مقام کی انرجی اور ذرات کی ایک خاصیت اور طبیعت ہوتی اور دوسرے مقام کی انرجی کی دوسری خاصیت اور طبیعت ہوتی۔ آخر مختلف مقامات کی انرجی کا طینت میں اور سرشت میں اور عمل میں یکساں ہونے کی کوئی توجیہ ہونی چاہیئے۔ اور وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ تمام انرجی اور مادہ کا ماخذ کوئی ایک بہت ہی زبردست ہستی ہے۔ اُس کی زبردست قوت نے کائنات پیدا کر دی اور اُسی کی قوت ارادی وخیال محرک وجود ہستی ہوئے۔ اور اگر ہم اپنا ذہن کسی اور گہرے اصول کی طرف منتقل کریں تو ہم کو یہ ماننا پڑیگا کہ جس ہستی میں وہ قوت اور خیال موجود ہوں جن سے کائنات پیدا ہوئی ہے تو وہ ہستی ایک غیر ذی عقل ہستی نہیں ہو سکتی۔ کائنات کے پتے پتے میں ایک انتظام اور نظام دکھائی دیتا ہے۔ یہ انتظام اور نظام کسی اندھی قوت کے ہاتھ کا کام نہیں ہے بلکہ کسی ایسی قوت کا کام ہے جس میں نظام قائم کرنے کی سمجھ ہو۔

**منکر۔** آپ دُنیا کے نظام وانتظام کی نسبت جو کچھ چاہے کہئے لیکن یہ بات

تو بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ یہ کل کائنات موجودہ حالت کو قوانین ارتقا کی وجہ سے پہونچی ہے۔ اگر اس کے بنانے والی کوئی اُس قسم کی زبردست ہستی ہوتی جو آپ کے ذہن میں ہے اور جس کو آپ خدا کہتے ہیں تو اُس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوتا کہ ایک زمین یا ایک چاند یا ایک سورج آن کی آن میں پیدا کر دیتا اور انھیں حالات کے ساتھ پیدا کر دیتا جو پدموں سال کی ارتقائی ترقی کی وجہ سے موجودہ حالت کو پہونچے ہیں۔ اندھی قوت جس سے کائنات کا وجود میں آنا اہل سائنس تسلیم کرتے ہیں اُس نے پدموں سال میں کہیں اپنی طبیعت یا سرشت کے زور سے موجودات کو موجودہ جامہ پہنایا ہے۔ لیکن ایک ذی عقل ہستی کے لئے کیا مشکل تھا کہ وہ ایک سیکنڈ میں سب کچھ تیار کر دیتی۔ اس سے کسی ذی عقل ہستی کے متعلق شبہات پیدا ہوتے ہیں اور پھر اُسی غیر ذی عقل اندھی قوت یا بلیا دی انرجی کی طرف خیال دوڑتا ہے کہ اُسی نے یہ سب سامان تیار کیا ہے۔

مُعلّم۔ غالباً تم خدا پر ایمان رکھنے والوں کے اعتقاد سے واقف ہو گے وہ خود ہی اس میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کہا کہ ہو جا تو سب کچھ ہو گیا۔ وہ ارتقائی ترقی کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے آن کی آن میں کل کائنات تیار ہو گئی۔ لیکن اگر ہم سائنس کے اس اصول کو مان لوں کہ کل کائنات ارتقائی عمل سے ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہونچی ہے۔ تو اس میں اہل مذہب کے عقیدے سے اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ذی عقل خالق نے ارادہ کیا کہ مخلوق ہستی کا جامہ پہنے تو اُس کے بعد مخلوق کی ابتدا ار

شروع ہوگئی اور کل وہ سامان اور مسالہ مہیا ہو گیا۔ جس سے کائنات موجودہ درجہ تک پہونچ گئی۔ ارتقائی عمل بھی اُسی کی قوت ارادی سے پیدا ہوا اور مادہ اور مادے کے خواص بھی اُسی کی قوت ارادی سے ظہور میں آئے۔ اب یہ کہنا کہ اگر ذی عقل خالق چاہتا تو ایک ہی مرتبہ بنے بنائے سورج دبنی بنائی زمین اور تارے دکھائی دینے لگتے۔ ذرہ ذرہ کو تدریج جوڑ جوڑ کر اجرام کے تیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ محض ایک اعتراض ہی اعتراض ہے۔ اس میں کوئی معقولیت نہیں ہے۔ ہمارے پاس اسوقت اہل سائنس کے صرف قیاسات یعنی تھوریاں ہیں اور اُنھیں کی بنا پر ہم کائنات کی پیدائش تدریجی طور پر ظہور میں آنے کا یقین کر رہے ہیں۔ لیکن کسی ایک سائنسداں نے بھی آج تک یہ نہیں کہا کہ جو بات میں کہتا ہوں وہ بالکل صحیح ہے پس جبکہ وہ کسی بات کو یقینی طور پر صحیح ہونے کے قائل نہیں ہیں تو پھر ارتقائی عمل سے تدریجی ترقی و تکمیل کی نسبت کیسے یقین کیا جاوے کہ وہ اصلی حالات کی ایک سچی تصویر ہوگی۔ تاہم تدریجی ترقی اگر بیجان وغیرذی عقل برقی قوتوں کی وجہ سے عمل میں آئی ہے تو وہی تدریجی ترقی ایک ذی روح وذی عقل ہستی کے ذریعہ سے عمل میں آنے میں کیا امر مانع ہے اور اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

مُنکر۔ خیر یہ تو ایک معمولی اعتراض تھا لیکن کیا آپ کو یہ بات قابل یقین معلوم ہوتی ہے کہ ایک ذی عقل ہستی کی قوت ارادی سے کل کائنات کی ابتدا ہوئی ہو اور جب کائنات کی عمارت تکمیل کو پہونچ گئی ہو تو وہ ذی عقل ہستی کائنات کی ہر چیز سے علٰحدہ ہو کر کہیں چھپی بیٹھی ہو۔ آخر آپکی

وہ ذی عقل ہستی کہاں ہے اس خلاء میں ہے یا کہیں کسی اور جگہہ۔

**معلم**۔ میں نے شروع ہی میں تم کو بتا دیا تھا کہ بہت سی چیزیں موجود تو ہیں تخیل۔ قوت حافظہ۔ فہم و ادراک جو انسان کے اندر موجود ہیں وہ بھی کسی دوسرے طریقہ سے کبھی ظاہر نہیں ہوتے تم نے اُس وقت تو تسلیم کر لیا تھا کہ یہ چیزیں موجود تو ہیں لیکن حواس خمسہ کے احاطہ سے باہر ہیں۔ اب پھر تم اُسی مقام پر آ گئے جہاں سے شروع کیا تھا۔

**منکر**۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ اسکو بلا وجہ دوبارہ چھیڑ دیا۔ لیکن اس کا جواب آپ نے نہیں دیا کہ وہ ذی عقل ہستی جس کو آپ خالق مانتے ہیں وہ اس خلاء کے اندر ہے یا اُس سے باہر ہے۔

**معلم**۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ خلاء اور یہ زمانہ ہر چیز اُسی ذی عقل ہستی کی قوت ارادی نے پیدا کئے ہیں اور وہ ذی عقل ہستی خلاء کے ہر مقام پر موجود ہے اور کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے۔ موجودات کے اندر بھی ہے اور موجودات سے باہر بھی ہے۔ اُس کو کسی مکان یا خاص جگہہ یا ٹھکانے کی ضرورت نہیں ہے۔

**منکر**۔ اس بات کے ماننے کو طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔

**معلم**۔ جس چیز کو دیکھا نہ ہو مگر اُس کے وجود و ہستی کا یقین ہو جائے کہ وہ موجود ہے تو طبیعت کا اُس کے ماننے کو آمادہ نہ ہونا طبیعت کی ایک ضد سمجھی جاویگی۔ تم کو سب سے پہلے اس بات کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کائنات ایک ذی عقل ہستی کی دستکاری کا نتیجہ ہے اور اس امر کا تسلیم کرنا نہایت گہرے اور لگاتار غور و خوض کا نتیجہ ہوگا اگر تم کو اثبات کی سچی خواہش ہے جیسا کہ تم نے اس سے قبل کہا تھا کہ

تم خدا کے وجود کے ثابت ہونے کے متمنی ہو تو پھر تم کو اپنا ذہن فروعی باتوں پر اور غلط اعتراضات کی طرف منتقل نہ کرنا چاہیئے۔

تم کو اتنی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم تسلیم کرتے رہے ہو۔ اوّل یہ کہ جب انرجی جو ایک اندھی قوت ہے اور جو اہل سائنس کے نزدیک خود بخود وجود میں آئی اور کائنات کے وجود میں لانے میں کامیاب ہو گئی تو پھر ایک ذی عقل ہستی کا خود بخود وجود میں آنا اور اپنی قوت ارادی سے کائنات کو وجود میں لانا کوئی خلاف قیاس امر نہیں ہے بلکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ موجودات کو وجود میں لانے کے لئے کوئی ذی عقل ہستی ہی زیادہ موزوں ہے۔ جب تم ایک بے جان و غیر ذی عقل ہستی کے خود بخود وجود میں آنے کے قائل ہو تو ایک ذی عقل ہستی کا خود بخود وجود میں آنا اور وہی کام کرنا جو غیر ذی عقل برقی قوتوں نے کیا ہے تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا اور تمہاری طبیعت اس کے ماننے کو آمادہ کیوں نہیں ہوتی۔

دوسرے یہ کہ اگر ایک ذی عقل ہستی کی قوت ارادی میں وہی قوت یا انرجی ازل سے موجود ہو جس سے سائنس والوں کے نزدیک کائنات ظہور میں آئی ہے اور اسی ذی عقل ہستی نے اگر انہیں قوتوں سے کام لیا جن قوتوں سے اہل سائنس کے نزدیک برقی قوتیں خود بخود کام لیتی ہیں تو اس میں کون سا امر سائنس کے خلاف پڑتا ہے۔

تم اپنی طبیعت کو استقلال کے ساتھ کسی ایک نقطہ پر قائم کرو تب یہ گہری باتیں تمہارے ذہن میں اترنی شروع ہوں گی

**منکر** ۔ جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کا جواب تو فی الواقع کچھ نہیں ہے لیکن سائنس نے ہم کو اس خدائی میدان سے اس قدر ہٹا کر دور

پھینکا ہے کہ کسی طرح طبیعت ادھر نہیں آتی تاہم مجھکو توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کام ایک غیر ذی عقل چیز کر سکتی ہے وہ اگر ایک ذی عقل ہستی کے ہاتھوں تکمیل پائے تو اسمیں کوئی امر خلاف عقل اور خلاف قیاس نہیں ہے

معلم - خدا پر یقین قایم کرنے کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ خواہ غیر ذی عقل انرجی کو موجودات کے وجود میں لانے کا یقین کریں یا ایک ذی عقل ہستی کا یقین کریں - دونوں میں کوئی تو ضرور کائنات کی پیدائش کا باعث ہوا ہوگا - اس قسم کا خیال ایک ایسے انسان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جس نے ان امور پر کبھی غور ہی نہ کیا ہو - تم نے جب ان امور کیطرف توجہ کی ہے اور تمہارے دل میں تفتیش کا شوق پیدا ہوا ہے تو تم پورے طور پر اس مسئلہ پر غور کرو اور کسی ایسے نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کرو جو تمہارے نزدیک قابل یقین ہو -

خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے بہت سی قابل یقین دلیلیں موجود ہیں اب تم مردہ و بے جان مخلوقات کو چھوڑ کر خود انسان کی حالت کی طرف توجہ کرو - انسان میں وہ باتیں موجود ہیں جو ایک مردہ و غیر ذی روح و غیر ذی عقل ہستی پیدا نہیں کر سکتی - برقی و مقناطیسی و کیمیائی قوتیں وہ باتیں ہرگز نہیں کر سکتیں جو انسان میں موجود ہیں - مادہ اور اسکی قوتیں جو اہل سائنس کے نزدیک خالق مانی جاتی ہیں اُن میں عقل نہیں ہے - فہم و ادراک نہیں ہے - قیاس و حافظہ نہیں ہے - ایجاد و اختراع کی قوت نہیں ہے روح اور حس نہیں ہے - اور تمہارے سائنس داں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اور اُس کی قوت اپنے سے علیحدہ کوئی چیز وجود میں نہیں

لا سکتے ہیں۔ بلکہ اُن کا خیال یہ ہے کہ ذرات مادہ سے اجرام فلکی اور کُل مادی اشیا جس میں انسان و حیوانات بھی شامل ہیں تیار ہوئے ہیں اور جو خواص ذرات یا بنیادی یا انرجی میں تھے وہی خواص ہر چیز میں جو ان ذرات سے بنتی ہیں موجود رہتے ہیں۔ لیکن ذرات مادہ میں روح نہیں ہے۔ جان نہیں ہے۔ فہم و ادراک نہیں ہے۔ قیاس و حافظہ نہیں ہے۔ تو پھر اگر انسان فقط انہیں ذرات مادہ کے مسالے سے بنا ہوتا تو اس کے دماغ میں وہ خصوصیات کہاں سے پیدا ہوتیں جو کہ ان کے دماغ میں پائی جاتی ہیں۔ برقی قوت میں یا مقناطیسی قوت میں یا کسی کیمیائی قوت میں عقل ہرگز نہیں ہے۔ پھر انسان کے دماغ میں عقل کہاں سے آئی۔ اسی طور پر مادہ میں دیگر خصوصیات میں سے ایک بھی نہیں جو انسان میں ہیں۔ پھر انسان کے اندر یہ خصوصیات کہاں سے آئیں۔ یہ خیال کہ مختلف قوتوں کے ملنے سے ایک نئی چیز پیدا ہو گئی اور ہم اس کو عقل یا فہم یا ادراک یا حافظہ یا قیاس کہنے لگے۔ بالکل ہی ایک بے بنیاد خیال ہے اور وہم پرستی سے بھی بدتر ہے۔ جب کسی ڈاکٹر یا اہل سائنس نے آج تک مادہ کی کسی چیز میں ان چیزوں میں سے ایک کا بھی سراغ نہیں لگایا جو انسان کے دماغ میں پائی جاتی ہیں تو پھر مختلف ذرات کے ملنے سے ایک نئی چیز جو ان ذرات میں نہیں تھی کیسے پیدا ہو گئی۔ اور اگر ذرات میں عقل و ادراک وغیرہ پیدا کرنے کی قدرت تھی تو وہ دوسرے ذرات کی قوتوں سے ملکر کسی اور جسم میں بھی وہی صفات پیدا کر سکتے تھے جو انسان کے دماغ میں پیدا ہو گئے۔ انسان کا دماغ تو ایک نہایت ہی قلیل مقدار کے ذرات سے تیار

ہوا ہے اور اُسی مقدار کے مطابق اُس میں انرجی یا بنیادی قوتیں بھی بہت ہی قلیل مقدار میں ہونگی۔ لیکن دیگر مادی اشیا اجو دماغ کی نسبت سنکھا سنکھ گنا زیادہ ذرات مادی سے بنتی ہیں اُن میں انرجی یا بنیادی قوت بھی سنکھا سنکھ گنا زیادہ ہوگی۔ اگر مادہ میں یہ خصوصیت ہوتی کہ اُس کی قوتوں کے ملنے سے عقل یا فہم یا ادراک جیسی چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں تو پھر انسان کے چھوٹے سے دماغ میں بھی ان قوتوں کے ملنے کا ایسا اہم نتیجہ کیوں پیدا ہوا۔ اگر ذرات میں اور اُن قوتوں میں جن سے وہ بنتے ہیں عقل وادراک وغیرہ موجود ہوتے یا اُن کے آپس میں ملنے سے یہ خصوصیات پیدا ہوا کرتیں تو پھر بڑے بڑے اجرام جیسے کہ ہماری زمین اور سورج اور چاند ستاروں میں لاتعداد گنا زیادہ عقل وفہم وادراک پیدا ہونے کا بھی امکان ہوتا۔ یہ بات یاد رکھو کہ عقل وفہم وادراک وحافظہ وقیاس وغیرہ مادی چیزیں نہیں ہیں۔ وہ مادی اشیاء سے بالکل ہی علیحدہ چیزیں ہیں جو انسان کے دماغ میں یا دل میں یا کسی اور جگہ رہتی ہیں۔ اور اُن کے عمل اور کام سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر موجود ہیں۔ باقی کسی مادی چیز سے اُن کی طبیعت یا سرشت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم دہتمہارے اہل سائنس کو یہ بات تسلیم کرنی پڑیگی کہ عقل وادراک وغیرہ قوتیں جو انسان کے اندر پائی جاتی ہیں وہ غیر مادی ہیں۔ اگر وہ مادی ہوتیں تو مثل دیگر مادی چیزوں کے وہ بھی مادی اشیاء کو اپنے عمل کا ذریعہ یا واسطہ ٹھہراتیں لیکن عقل بلا کسی مادی چیز کے توسط یا سہارے کے کام کرتی ہے۔ روشنی جو مادی چیز ہے وہ کسی مادی چیز کی سڑک بنا کر کسی دوسری جگہ سے ہم تک پہونچ جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایتھر کو اپنی شاہراہ بناکر اُس کے وسیلہ سے دور دراز مقامات پر پہونچ جاتی ہے حرارت بھی بلا مادّی اشیار کے وسیلہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہیں پہونچتی کیمیائی قوتیں بھی مادّی اشیار کا ذریعہ ڈھونڈتی ہیں کہ ذرات مادّہ کے ذریعہ سے ایک مقام سے چل کر دوسرے مقام تک اپنا اثر پیدا کریں۔ لیکن برخلاف ان کل مادّی قوتوں کے کہ جو بلا وسیلہ کسی مادی درمیانی رستہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہیں پہونچ سکیں۔ عقل کو کسی مادّی شے کے وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے کہ دور دراز کی چیزوں تک اپنا قیاس پہونچائے۔ بلکہ بعض مادی اشیار کے وجود کے آنے سے پہلے ہی عقل کا کیمرا اُن کا فوٹو کھینچ لیتا ہے۔ جس قدر بڑی بڑی ایجادات دنیا میں ہوئی ہیں اُن سب کے بارے میں ہمکو معلوم ہے کہ اُن کے وجود میں آنے سے قبل ہی اُن کے کام اور عمل کے متعلق عقل نے ایک نقشہ کھینچ لیا تھا۔ گراموفون کو دیکھو کیا ہی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ آج سے سو برس قبل کون کہہ سکتا تھا کہ انسان اپنی آواز کو کسی آلہ میں ایسا محفوظ کر سکیگا کہ جو بعد میں ہزاروں مرتبہ اسنے کو دُہرا سکیگی۔ لیکن عقل نے ایک چیز کو قبل اُس کے وجود میں آنے کے دیکھ لیا کہ وہ چیز ان ترکیبوں سے تیار ہو جاویگی۔ اور مادی اشیار میں سے فلاں فلاں چیزیں اُس کے تیار کرنے میں کام میں لائی جائنگی لاکھ اور دیگر مسالہ کی ایک سلیٹ پر ایک گانے والے کی آواز کی وہ لہریں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں جا کر لکیریں پیدا کر دیتی ہیں اور دوبارہ جب ان لکیروں پر سوئی گھمائی جاتی ہے تو ہو بہو اُسی گانے والیکی آواز سُنائی دیتی ہے ذرہ برابر بھی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اب ذرا غور سے کام لو اور

دیکھو کہ کیا یہ کام کسی اندھی مادی قوت کا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر عقل بھی مادی قوتوں کا نتیجہ ہوتی تو پھر وہ اُس شئے تک اپنے کو کیسے پہونچا سکتی تھی جو ہنوز وجود میں نہیں آئی ہے۔ اس بات میں تو شبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مادی اشیاء کی قوتیں خواہ مفرد حالت میں ہوں یا مرکب حالت میں۔ یعنی خواہ ایک ہی قوت ہو یا بہت سی قوتوں کا مجموعہ ہو۔ ایک دوسرے تک کسی مادی شئے ہی کے وسیلے سے پہونچتی ہیں۔

لیکن تخیل وتصور وفہم وادراک کسی مادی شئے کے موجودہ یا آئندہ پیدا ہونے والے وجود تک پہونچنے کے لئے کسی مادی شئے کے ذریعہ یا وسیلہ کے محتاج نہیں ہیں۔ پس یہ بات ماننی پڑے گی کہ عقل مادی شئے نہیں ہے اور نہ کسی مادی شئے کی قوت یا ترکیبی انرجی کا نتیجہ ہے۔ اس سے تم آسانی سے اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہو کہ مادہ سے علاوہ بھی اِس ہستی میں کچھ چیزیں موجود ہیں جو مادی نہیں ہیں وہ کل غیر مادی قوتیں یا خواص انسان کے اندر موجود ہیں۔ اور وہ کسی ایسی قوت یا انرجی سے نکلے ہیں جو خود غیر مادی ہے اور ذی روح ذی عقل ہے

میں نے تم سے اس سے قبل کہا تھا کہ کل کائنات اگر انرجی سے پیدا ہوئی ہے تو پھر وہ انرجی کسی ذی روح اور ذی عقل ہستی سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اس کا غیر ذی عقل مادہ سے پیدا ہونا بھی امکانی امر ہے۔ جیسا کہ اہل سائنس کہتے ہیں۔ لیکن اب تم کو معلوم ہو گیا کہ غیر ذی عقل مادہ ایک ذی عقل چیز کو یعنی انسان کی عقل پیدا نہیں کر سکتا۔ اِس سے یہ بات قریب قریب پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ جس قوت نے یہ ذی عقل چیز یعنی انسان کا دماغ بنایا ہے وہ خود بھی ذی عقل ہوگی۔ اُسی ذی عقل ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں جس کو تم نہیں مانتے ہو۔ انسان میں روح ہے اور جس طرح

اور عقل ہے اور ایجاد و اختراع کا مادّہ ہے۔ غیر ذی عقل مادہ میں ان اوصاف کا موجود ہونا ہرگز قیاس میں نہیں آتا۔ البتہ کسی ذی عقل خالق ہی میں یہ قوتیں ہو سکتی ہیں۔ تاکہ وہ کسی دوسرے کو بھی وہی چیزیں عطا کر سکے۔ جو خود اُس کے اندر موجود ہیں۔

انرجی یا قوت پہلے غیر مادی شے خیال کی جاتی تھی لیکن اب اہل سائنس کے نزدیک وہ بھی مادّی اشیاء میں سے ہے۔ ہیئت داں لوگ سورج گرہن کیوقت جو سورج اور تاروں کا فوٹو لے لیتے ہیں اُس سے وہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ کسی تارے کی روشنی جو اُس وقت سورج کے پیچھے خلاء میں موجود ہو وہ جب سورج کے پاس سے گذرتی ہے۔ تو سورج کی کشش سے اپنا سیدھا رستہ چھوڑ کر سورج کی طرف جھک جاتی ہے اور اس سے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ روشنی ایک مادی شے ہے ورنہ وہ کسی مادی چیز کی کشش کا اثر کیسے قبول کرتی۔ اس دلیل سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ روشنی جو ایک قسم کی قوت یا انرجی ہے وہ مادی شے ہے۔ لیکن انسان کی عقل یا تخیل یا فہم و ادراک یا حافظہ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی کسی مادی شے کی کشش قبول کر کے اُدھر جھک جاتے ہیں جدھر کھینچنے والی چیز ہوتی ہے۔

میں ایک بات یہاں پر صاف کر دوں تاکہ آئندہ کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔ میں اب تک صرف اس بات پر زور دیتا رہا ہوں کہ انسان کے اندر جو عقل اور اُس کے متعلق مختلف غیر مادی چیزیں موجود ہیں وہ بلا کسی مادی شے کے وسیلے کے آن کی آن میں دور دراز مقامات تک پہونچ جاتی ہیں۔ اس سے میری یہ غرض ہرگز نہیں کہ عقل بھی خلاء میں

اُڑتی پھرتی ہے۔ بلکہ میری غرض یہ ہے کہ عقل کو مثل کسی مادی شے کے کسی دور دراز مقام تک پہونچنے کے لئے کسی حرکت کی ضرورت نہیں ہے، عقل کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ اُس کا تخیل ہر جگہ بلا حرکت کے موجود ہوتا ہے۔ انسان کی قوت ارادی بھی ایک منبع یا ماخذ ہے جس سے انرجی یا حرکت پیدا ہوتی ہے اور مادی اشیاء اسی کی تحریک سے تغیرات قبول کرنے پر مجبور کیجاتی ہیں۔

اس مسئلہ پر ایک دوسرے طریقے سے بھی غور کرو تو وہی نتیجہ نکلیگا جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر مادہ اور اس کی انرجی ہی خالق اشیاء ہوتے تو اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا۔ کیونکہ کسی چیز کی تشکیل یا ترتیب دینے کے لئے اُس کی مقدار اور اُس کے عناصر کو انتخاب کرکے ایک جگہ جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن بے جان اور غیر ذی عقل مادے میں اور اندھی قوت یا انرجی میں انتخاب کرنے کی تمیز موجود نہیں ہے۔

ایک گلاب کے پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھو اور اگر چاہو تو خوردبین سے اس کے اُن اجزاء کو اور حصص کو دیکھو جن سے وہ بنا ہے تو معلوم ہوگا کہ کسی بڑے کاریگر کے ہاتھ نے اُسکو ترتیب دیا ہے۔ ہر ایک چیز نہایت موزوں طریقہ سے اپنی اپنی جگہ لگا دی ہے اور پتیوں کو مختلف رنگوں سے ایسے طریق سے خوشنما بنایا ہے کہ دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ یہ رنگ اور خوشنمائی اور موزونیت صرف اُسی وقت معلوم ہوئی جب حواس نے اُس کو پہچاننا شروع کیا۔ مگر اس پھول کی زندگی میں بہت سے مراحل اور مدارج اُس سے قبل بھی طے ہو چکے ہیں۔ جب وہ حواس کی زد سے بالکل ہی باہر تھا یہ بڑا سا خوشنما پھول جو اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے کبھی کسی زمانہ گذشتہ

میں کسی بیج اور پھول کا ایک جز یا حصہ تھا۔ اور لاکھوں اور کروڑوں برسوں میں وہ ابتدائی جز یا حصہ تبدیل ہوتا رہا اور ہر پھول کو اسی شکل و رنگ و موزونیت کے ساتھ انسان کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا رہا جو اس وقت دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی ہستی کے ختم کرتے وقت وہی چیز جو ابتدا میں وجود میں آئی تھی آئندہ نسل کے بڑھانے کے لئے اپنے پیچھے چھوڑتا رہا۔ اور اسی سلسلہ میں آج یہ پھول بنا ہے جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اب اس چیز یا حصہ یا بیج کی ابتدائی حالت کی طرف غور کرو جو اس پھول کا مورث اعلیٰ تھا۔ اسی جز یا حصہ یا بیج میں وہ سب چیزیں موجود تھیں جو آج تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ وہی پتیاں اور وہی موزونیت اور وہی خوشنما رنگ اس نہایت ہی ننھے سے بیج میں موجود تھے جو پھول کے کھلنے کے بعد دکھائی دیتے ہیں۔ اس ابتدائی بیج کو آنکھ ہرگز نہیں دیکھ سکتی بلکہ خوردبین جو بہت ہی طاقتور ہو وہی دیکھ سکتی ہے اب بتاؤ کہ اس ننھی سی چیز میں یہ خوشنما رنگ اور یہ موزوں اور نرم نرم پتیاں کس نے رکھ دیں۔ اور ایک پھول میں ایک نہیں بلکہ ہزاروں اسی قسم کے بیج ہونگے۔ جو کہ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں لیکن آئندہ ایک خوشنما باغ کی شکل میں ترتیب پانے کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ ہم کھلیں اور دوسروں کے دل کو اپنی طرف کھینچیں۔ کیا یہ کام کسی اندھی اور غیر ذی عقل قوت کا بھی ہو سکتا ہے۔ کیا ایک مردہ اور بے حس مادے میں یہ صنعت اور کاریگری موجود ہو سکتی ہے جو اس پھول کے بنانے والے نے اس میں رکھ دی ہے ہٹ دھرمی کی دوسری بات ہے لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ

کام کسی ذی عقل کاریگر کا ہے۔

اب ایک اور بات کی طرف توجہ کرو۔ تم نے اوپر دیکھا کہ کل کائنات
میں جس کا ہم کو علم ہے صرف انسان ہی ایک ذی عقل ہستی ہے جسمیں
صنعت و ایجاد و اختراع و قیاس کا مادہ موجود ہے۔ اب اگر ہم نے
تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات دریافت کر لی کہ اشیاء کی بنانے
والی اور ترتیب دینے والی کوئی اور ذی عقل ہستی ہے تو ایک سے
دو ذی عقل ہستیوں کا وجود ثابت ہو گیا۔ اشیاء کے بنانے اور ترتیب
دینے والی جو ذی عقل ہستی ہے وہ ایک خاص قانون کی رو سے
کام کر رہی ہے۔ لیکن دوسری ذی عقل ہستی یعنی انسان کسی
قانون کی رو سے اشیاء کو ترتیب نہیں دے سکتا۔ وہ ہر چیز میں
جہانتک اُس سے ہو سکتا ہے اپنی ضرورت اور مطلب کے مطابق
رد و بدل کرتا رہتا ہے۔ اب اِس گلاب کے پھول کو دیکھو قانون
قدرت نے اُس کو اپنے طور پر ترتیب دیا۔ یہ قانون اُس نوعیت کے
کل پھولوں کے لئے یکساں قانون ہے۔ لیکن انسان میں یہ قوت
ہرگز نہیں کہ وہ ایک ذات کے کل پھولوں کو کسی واحد یکساں
قانون کے تحت میں پیدا کر سکے یا اُن کی پرورش کر سکے۔ انسان
کی عقل بالکل ہی جداگانہ طریق پر اپنا کام کرتی ہے جو قانون قدرت
کے قانون سے مختلف ہوتا ہے۔ مگر ایک بات قانون قدرت و انسان
کے کام میں قطعی مشترک ہے اور وہ کاموں کے ذریعہ اور اُن کے
ظاہری اثر سے ثابت ہوتی ہے ~~اور وہ کوئی قانون نقش نہیں~~ ہے جس
~~کے مطابق دونوں قوتیں کام کرتی ہیں~~۔ اب اُس مذہبی ہستی میں

جسے ہم خدا کہتے ہیں۔ قدرت تو سب موجود ہے لیکن وہ قدرت ایک دائمی قانون کی شکل میں کام کر رہی ہے۔ اس قانون میں جب کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے تو وہ کسی دوسرے قانون کے تحت میں ہوتا ہے۔ قدرت کے قوانین کی ماہیت و حقیقت کے سمجھنے سے ساری محدود عقل قاصر ہے۔ لیکن اہل سائنس مادہ کے خواص با طریق عمل کے دیکھنے کے بعد جو قیاس کر لیتے ہیں اس قیاس کے قائم کرنے کے لئے بھی کوئی قطعی و یقینی دلیل اُن کے پاس نہیں ہے۔ وہ اشیاء کی سطحی تحقیقات شروع کر کے قدم بقدم اُنکی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایک حد پر جا کر اُن کی نگاہ رُک جاتی ہے اور اُس سے آگے وہ اپنے قیاس سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں جو اکثر غلط ہوتا ہے اور کوئی دوسرا شخص آکر ایک قدم اور آگے بڑھکر اُس قیاس کو غلط ثابت کر دیتا ہے۔ یہ غلطیاں فقط اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ اہل سائنس صرف بے حس مردہ اور اندھی قوتوں کو ہی خالق اشیاء اور قادر مطلق سمجھتے ہیں حالانکہ ان غیر ذی عقل قوتوں میں خود کسی چیز کے بنانے یا ترتیب دینے کی مطلق کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ اُس چیز کو ہرگز پیدا نہیں کر سکتیں جو خود اُن میں موجود نہ ہو۔ سائنس دانوں نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان قوتوں میں عقل کا عنصر بھی موجود ہے۔ لیکن انسان کے دماغ میں عقل کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ عقل مادی قوتوں سے کوئی علیحدہ چیز ہے وہ خود مادی نہیں ہے اور نہ مادی اشیاء کے سہارے سے اُس کو کام کرنے کی کوئی مجبوری ہے۔ وہ مادی اشیاء کے

مشاہدہ سے کچھ نتائج پیدا کرتی ہے اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے بعد پھر وہ اُس مشاہدہ کی بھی محتاج نہیں رہتی۔ کہ جس سے اُس نے کوئی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ چیزوں کے مشاہدے اور اُن کے خواص دیکھنے کے بعد اُس نے ایک ہوائی جہاز تیار کیا۔ اب جب ہوائی جہاز بن گیا تو پھر اُس کو بار بار اُنہیں چیزوں کے مشاہدہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جن کے مشاہدے کے بعد اُس نے جہاز تیار کیا تھا۔ اُس کا ابتدائی مشاہدہ اُس کے دماغ کے کسی حصہ میں بطور نقش کے رہ جاتا ہے اور آئندہ عقل ہمیشہ اُس نقش سے کام لیتی ہے۔ لیکن قانون قدرت کو کسی نقش سے بھی کام لینے کی محتاجی نہیں ہے۔ پس عقل تو قانون قدرت ہی کی بنائی ہوئی ایک چیز ہے۔ اور ہر کام میں اُس کی تقلید و پیروی کرتی ہے لیکن اس کے کام ناقص و نامکمل ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود کامل پیدا نہیں ہے۔

منکر۔ اب آپ مجھے منکر کے نام سے یاد نہ کیجئے۔ مجھے جن باتوں کا یقین ہوگیا ہے اگر آپ اُن کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہوں تو میں منکر کہلانے کا سزاوار نہیں ہوں۔

معلم۔ اچھا خوشی کی بات ہے کہ تمہارے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اب بتاؤ کہ کن کن باتوں کا تم کو یقین ہوا ہے جن کی وجہ سے تم کو منکر کے لفظ سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

منکر۔ مجھے حسب ذیل باتوں کا یقین ہوگیا ہے۔

اوّل یہ کہ موجودات میں کچھ چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن کو ہم اپنے حواس سے معلوم یا محسوس نہیں کرسکتے۔ لیکن اُن

کی موجودگی میں کسی کو شبہہ نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک ذی عقل ہستی نے اس کل کائنات کو پیدا کیا ہو جو ہمارے سامنے ہے تو اس کی موجودگی خلاف قیاس نہیں ہوگی کیونکہ وہ ذی عقل ہستی بھی انھیں ہستیوں میں سے ہوگی جو حواس خمسہ سے پہچانی نہیں جاسکتیں۔

دوم۔ یہ کہ یہ کل موجودات جس کی بابت آجکل کے سائنس دانوں نے یہ رائے قایم کرلی ہے کہ وہ بتدریج رفتہ رفتہ [illegible] مادہ کیطرف حرکت کررہی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ وہ معدوم ہوجاویگی اور پھر اس کو وجود میں آنا کبھی بھی نصیب نہ ہوگا۔ ایک غلط قیاس ہے۔ گو کون و فساد کا تسلسل ہمیشہ رہیگا اور مادے کی ترتیب و تشکیل میں تغیرات پیدا ہوتے رہیں گے لیکن جبکہ وہ اپنے لاتعداد ابتدائی زمانہ سے اب تک قائم ہے تو اب اس کے خاتمہ کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

سوم۔ یہ کہ انرجی یا برقی قوت جو کل ہستی کے وجود میں لانیکی بنیاد قرار دی جاتی ہے وہ ایک بے جان و غیر ذی عقل چیز ہے۔ اس کا خالق ہونا خلاف قیاس ہے اور برخلاف اس کے اگر ہم ایک ذی عقل ہستی کو مان لیں کہ وہ بلا ابتدا کسی زمانہ کے ہمیشہ سے موجود تھی اور اس کی قوت ارادی میں وہ تمام قوتیں موجود تھیں جن کو مجموعی طور پر ہم انرجی کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں اور اسی قوت ارادی نے یہ کل کائنات وجود میں آئی ہے تو یہ بات کسی طرح خلاف قیاس نہیں ہوسکتی۔

چہارم۔ یہ کہ ایک ذی عقل ہستی کا وجود بہت ہی قرین قیاس معلوم

ہوتا ہے - اگر موجودات کا پیدا کرنے والا کوئی ذی عقل نہ ہوتا تو عقل جیسی چیز کا کہیں پتہ ونشان بھی نہ ہوتا - انرجی مسلماً ایک غیر ذی عقل چیز ہے - ایک غیر ذی عقل ہستی کی نسبت یہ قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی ذی عقل چیز کو وجود میں لا سکیگی - انرجی تو صرف یہ کام کر سکتی ہے کہ بلحاظ اپنے تغیرات کے نئی نئی شکلیں اختیار کرے اور ایک قوت دوسرے سے ملکر مادّی اشیاء میں ایک ایسا اثر پیدا کرے جو ایک قوت اکیلی پیدا نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ ایک ایسی چیز پیدا نہیں کر سکتی جو خود اُس کی سرشت وطبیعت میں نہ ہو - انرجی یا برقی قوتوں میں عقل نہیں ہے - اس لئے وہ عقل جیسی چیز ہرگز پیدا نہیں کر سکتی -

**نتیجہ** - یہ کہ اگر انرجی یا برقی قوتوں میں عقل کا بھی عنصر ہوتا تو وہ عنصر کائنات کی ہر چیز میں اپنا ظہور کہیں نہ کہیں ضرور دکھاتا - اُس کے ایک انسان کے دماغ تک ہی محدود رہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی - بڑے بڑے اجرام میں وہ عنصر اپنی موجودگی کسی نہ کسی شکل میں ضرور ظاہر کرتا - جب اُس انرجی سے دیگر عناصر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے تو عقل کیوں پوشیدہ بیٹھی رہتی - انرجی یا بنیادی قوت اپنے ایک لازمی عنصر کو بیکار نہیں چھوڑ سکتی تھی - بلکہ بتہ بتہ سے معلوم ہوجاتا کہ اس میں حافظہ بھی ہے اور فہم وادراک کا مادہ بھی ہے اور سوچنے اور سمجھنے کی قوت بھی ہے - اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے چھوٹے سے دماغ میں بنیادی انرجی کی عقل جو اُس کے خواص میں داخل ہے کل کی کل سمٹ کر آگئی ہے - پس انرجی میں عقل کا ہونا غیر ممکن ہے اور جبکہ انرجی میں عقل نہیں ہے تو پھر وہ عقل

جیسی چیز پیدا ابھی نہیں کر سکتی۔ اس سے ایک ذی عقل خالق کا پورا سُراغ لگتا ہے۔ ورنہ عقل کسی طرح پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔

**ششم**۔ یہ کہ عقل غیر مادی شے ہے اُس کو اپنا قیاس کسی ایک جگہ سے دوسرے مقام پر پہونچانے کے لئے کسی مادی شے کے وسیلہ کی ضرورت یا محتاجی نہیں ہے اُس کا قیاس ایک آن واحد میں کل کائنات میں چکر لگا سکتا ہے۔ انرجی تو ایک مادی شے ہے یہ بات اہل سائنس نے ثابت کر کے دکھادی ہے کہ روشنی اور برقی قوتیں سب مادی اشیاء ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے یہ دعویٰ ابھی نہیں کیا کہ عقل بھی ایک مادی شے ہے۔ جب عقل غیر مادی شے ہے تو اُس کو ایک اندھی مادی قوت پیدا نہیں کر سکتی تھی۔

**ہفتم**۔ یہ کہ کائنات جو کمزور اور آخرکار معدوم ہونے والی ہے وہ ازلی نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر ازلی ہوتی تو قایم بالذات ہوتی اور ختم ہونے کی اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی اور اگر وہ ختم ہونے والی چیز ہے تو پھر اُس کی کوئی ابتداء ضرور ہو گی کیونکہ لاتعداد زمانے تک ایک معدوم ہونے والی شے قایم نہیں رہ سکتی۔ اب اگر اُس کی ابتداء ایک مقررہ وقت سے شروع ہوتی ہے تو وہ کسی دوسری ذات کی وجہ سے وجود میں آئی اور اُسی دوسری ذات کی وجہ سے وہ قایم بھی ہے اور اسی کی مرضی کے تابع وہ اس وقت تک قایم رہیگی جب تک وہ دوسری ہستی اس کو قایم رکھنا چاہیگی۔

**ہشتم**۔ یہ کہ کل مادی دنیا میں قوتیں یکساں کام کرتی ہوئی دکھائی

دیتی ہیں۔ کشش ثقل اگر اسی مادے میں موجود ہے جس سے زندہ بھی ہے تو وہی کشش ایک ایک تارے میں بھی موجود تسلیم کی جاتی ہے جس کی روشنی لاکھوں سال میں زمین تک پہونچتی ہے اور یہ امر سائنس والوں کے نزدیک قطعی مسلمہ ہے کہ کل کائنات میں ایک ہی قسم کے قوانین کام کرتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مادی اشیاء کی پیدائش کسی ایک ہی ماخذ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا پیدا کرنے والا کوئی واحد خالق نہ ہوتا یا کسی واحد ماخذ سے ان کی ابتدا نہ ہوتی تو پھر کل مادی دنیا میں ایک ہی قانون کا عمل کیسے ہوتا۔ کسی مقام کے مادے میں ایک قانون ہوتا اور کسی جگہ کوئی دوسرا قانون ہوتا اور کہیں پر کوئی بھی قانون نہ ہوتا اب جب کہ کل مادی دنیا ایک ہی قانون کے تحت میں دکھائی دیتی ہے تو لامحالہ یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا کہ مادی دنیا کو پیدا کرنے والا کوئی ایک ہی خالق ہے۔

مذکورہ بالا جملہ امور سے مجھکو اس بات کا یقین ہوگیا ہے۔ کہ کائنات کی پیدا کرنے والی کوئی ذی عقل ہستی ہے اور وہ غیر مادی ہستی ہے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ ذی عقل ہستی اپنے کو پوشیدہ کیوں رکھتی ہے اور یہ پوشیدہ رہکر ہم کو اپنی پرستش کرنے کا حکم کیوں دیتی ہے اور ہمکو اپنے احکام کے مطابق کام کرنے کی تاکید کیوں کرتی ہے۔ اور اگر ہم اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ہم پر دوزخ کا عذاب کیوں نازل کرتی ہے۔

معلم۔ میں اب تم کو منکر کے نام سے مخاطب نہیں کرونگا۔ بلکہ دوست

کے نام سے مخاطب کرونگا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے ایک ذی عقل خالق کی ہستی تسلیم کرلی۔ اِس ایک اصولی اعتقاد کے بعد باقی کل باتیں آسان ہوجاوینگی۔ تم اگر غور کرو تو تم کو اِس بات کا پورا احساس ہوسکتا ہے کہ ایک ذی عقل ہستی کے اعتقاد میں تمام مسرتیں پوشیدہ ہیں۔ دل میں اس بات کا خیال آنا ضروری ہے کہ تم کو کسی ذی عقل زندہ خالق نے پیدا کیا ہے تو اِس کے بعد خوشی کے چشمے بہ بہ کر ہمارے قلب پر گرنے لگتے ہیں اور ہمکو اپنی سطح پر آہستہ آہستہ تیرانے لگتے ہیں۔ اِس سے زیادہ تم کو خوشی حاصل کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں مل سکتی کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ ایک ہستی جو اپنی ذات اور اپنے اوصاف میں کامل اور بے مثل ہے اُس نے تم کو فقط پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ہر آن ہمارے پاس رہتی ہے۔ ہم پر مہربان ہے۔ رحم کرتی ہے۔ ہم کو پالتی ہے۔ ہماری تکالیف کی شکایت سنتی ہے۔ اور اُن کے تدارک کے لئے تدابیر کی طرف ہمارے ذہن کو منتقل کرتی ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ ہمارے پاس ہی رہیگی اور ہم اُس کے پاس رہینگے۔ یہ تصور اس قدر دلچسپ ہے کہ ہیں تو اس کے بغیر ایک منٹ کے لئے بھی خوش نہیں رہ سکتا۔ برخلاف اس کے اگر ہم یہ خیال کریں کہ اندھی قوتوں کے ملنے سے ہم پیدا ہوئے اور جب ان قوتوں میں انحطاط ہوکر ہم مرجاوینگے تو اُس کے ساتھ ہماری ہستی قطعی ختم ہوجاویگی۔ ایک نہایت ہی بھیانک اور مایوس کن تصور ہے۔ ایسے تصور والا آدمی اپنے کو تن تنہا ایک لق و دق خشک صحرا میں کھڑا دیکھتا

ہوگا۔ وہ اپنے اندہی قوتوں کا نتیجہ سمجھکر یہ خیال کرتا ہوگا کہ یہ قوتیں جب کمزور اور بے ترتیب ہوجائینگی تو پھر میرے ظاہری وجود اور باطنی قوی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوجائیگا۔ میرے لئے بجز تاریکی کے اور کوئی انجام نہیں ہے۔ مادّے کے عناصر اپنے اپنے ہم جنس عناصر سے جاکر ملجاوینگے اور اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑینگے جس میں علم یا خوشی یا رنج کا مادہ باقی ہو۔ یہ تصور نہایت تیس تکلیف دہ ہے اور ہم اب یا آئندہ کبھی اسکو اپنے پاس نہ آنے دینا۔ لیکن میں بحث کرتے کرتے اپنے مرکز سے ہٹ گیا۔ مجھے تمہارے اعتراضات کا جواب دینا چاہیئے تھا۔

سب سے اول تم نے یہ اعتراض اُٹھایا ہے کہ خدا جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہ پیدا کرنے کے بعد ہم سے پوشیدہ کیوں ہوگیا اور ہمسکو دکھائی کیوں نہیں دیتا۔

اس کا جواب تو بالکل صاف ہے کہ خدا ایک غیر مادّی ہستی ہے۔ ہمارے حواس صرف مادی اشیاء کے پہچان کے لئے ہمکو عطا کئے گئے ہیں۔ غیر مادّی اشیاء ان کے احاطہ سے خارج ہیں۔ لیکن ہماری عقل ہم کو بتاتی ہے کہ ہمارا خدا ہمارے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے اور عقل چونکہ غیر مادّی چیز ہے اور اُس کی موجودگی سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ایک غیر مادی چیز نے دوسری غیر مادی ہستی کو پہچان لیا۔ ہم اس بات کا قیاس کرنے پر مجبور ہیں کہ بجز عقل کے کائنات میں کوئی دوسری چیز خدا کو نہیں پہچان سکتی۔ پس اگر حواس خمسہ سے ہم خدا کو نہیں پہچان سکتے تو ہم کو ایک آلہ ایسا عطا کیا گیا ہے جس سے ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور اُس کے اوصاف کا تصور اپنے ذہن میں قایم کر سکتے ہیں۔

دوسری بات تم نے یہ کہی ہے کہ خدا ہم سے عبادت اور پرستش کرنے کی توقع کیوں رکھتا ہے۔

اگر تم غور کرو تو تم خود اس سوال کا جواب دے سکتے ہو۔ خدا کی پرستش سے خدا کی ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ اُس کی ذات معہ اپنے اوصاف کے کامل و بے نیاز ہے۔ اُس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔ لیکن پرستش کرنے والے کی حالت بالکل ہی مختلف ہے انسان کا دل اور دماغ عجیب و غریب قوتوں اور جذبات اور خواہشات کا مجموعہ ہے۔ اِن جذبات و خواہشات میں نیکی اور بدی دونوں موجود ہیں ہمارے دل میں نیک خیالات بھی دن رات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بُرے خیالات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ جذبات اور خواہشات قابل تعلیم و تربیت ہیں۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اُس کی فطرت مثل دُھلے ہوئے سفید کپڑے کے بالکل ہی بے داغ ہوتی ہے۔ اس پر نہ کوئی اچھا خوشنما نقش ہوتا ہے اور نہ بدنما دھبہ ہوتا ہے۔ اب اگر اُس کو ایسے حالات میں اور ایسی صحبت میں چھوڑ دیا جاوے جہاں پر خوشنما نقش قائم ہونے کے موقعے اُس کو حاصل ہوں تو اُسکی فطرت اچھے نقش اپنے اوپر قبول کرنے کو آمادہ ہو جاویگی اور رفتہ رفتہ اُس کا قلب صفائی و پاکیزگی کی ایک تصویر بن جائیگا لیکن برخلاف اس کے اگر اُس کو اوائل عمری سے بُری صحبت میں چھوڑ دیا جاوے اور ایسے لوگوں سے ہروقت اٹھنے بیٹھنے چلنے کا موقع دیا جاوے جو بدی کے بدنما دھبّے اپنی فطرت پر قبول کر چکے ہوں تو پھر اُس بچہ کا قلب غلاظت کے ناپاک دھبّوں سے بھر جائیگا اور وہ بڑے انسانوں

میں شامل ہو جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فطرت نہ کسی کو اچھا پیدا کرتی ہے اور نہ بُرا۔ اچھائی اور بُرائی تعلیم اور تربیت کے نتیجے ہوتے ہیں۔

لیکن ایک اچھا اور اعلیٰ انسان بتدریج بنتا ہے۔ جیسے کہ ایک پودے کو ہم شروع سے درجہ بدرجہ بڑھتے دیکھا کرتے ہیں کہ ایک وقت میں زمین سے ایک آدھ پتی نکلکر دکھائی دینے لگتی ہے اور پھر دس پانچ سال کے بعد ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔ بالکل یہی کیفیت انسان کے ظاہری نشوونما اور باطنی ترقی کی ہوتی ہے۔ ایک آدمی اچھی صحبت پاکر اچھا آدمی تو بن گیا لیکن بلا کسی مزید تعلیم و تربیت کے وہ اعلیٰ مدارج پر نہیں پہونچ سکتا۔ انسان کے باطنی نشوونما کی بالکل وہی کیفیت ہے جو اُس کے ظاہری نشوونما کی ہے۔ اگر ایک بچہ کو اچھی اور پاک و صاف آب و ہوا میں رکھا جاوے اچھی غذا دیجاوے تو وہ ایک تندرست نوجوان اوٹھیگا۔ لیکن اگر کسی خاص جسمانی ورزش کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ایک پہلوان نہیں ہو سکتا شہسوار نہیں ہو سکتا۔ جنگجو سپاہی نہیں ہو سکتا۔ نہ تنومند ملاح ہو سکتا ہے۔

اب اُس کی باطنی ترقی کی طرف توجہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس کو ایک راست باز یا صالح یا ایک ولی یا پیغمبر یا رشی یا اوتار بننے کے لیئے بہت سے باطنی مدارج طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان مدارج میں سب سے پہلا درجہ خود اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا ہے۔ دل و دماغ میں لاتعداد خواہشات و جذبات کا ہجوم ہے جس میں ہر وقت تلاطم برپا رہتا ہے اور اُس کی وجہ سے ہمارے خیالات کی کشتی کو ایک سیکنڈ کے لیئے بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ان خواہشات اور

جذبات کو روکا نہ جائے تو یہ ہمارے نفس اور ہمارے دل و دماغ پر خود قابو پا جائینگے اور ان کے طوفان میں ہماری ہستی کی کشتی ڈگمگا کر پاش پاش ہو جائیگی۔ پس باطنی ترقی کے لئے جس کو روحانی ترقی بھی کہا جاتا ہے یہ ضروری ہے کہ اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کو روک کر اپنے قابو میں کیا جاوے۔ یہ کام تمام کاموں سے زیادہ مشکل ہے۔ بہت سی لوگ مشقت اور ریاضت شروع کرتے ہیں۔ اپنا دم روکتے ہیں۔ پریشان خیالات کے چاروں طرف کسی ایک خیال کی دیوار کھینچتے ہیں کہ دل میں وہی خیال باقی رہے اور دوسرے سب خیالات اُس سے محصور ہو کر ایک جگہہ بند ہو جاویں لیکن شاید لاکھہ دو لاکھہ آدمیوں میں کوئی ایک اس کوشش میں کامیاب ہو جائے تو ہو جائے باقی لوگ ناکام رہتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک نہ ہم کو دم روکنے کی ضرورت ہے اور نہ مشقت و ریاضت کی ضرورت ہے سہولیت اس میں ہے کہ اپنی کل خواہشات اور جذبات جو دل میں پیدا ہوں اُن کو ایک ایک کرکے شمار کرکے کاغذ پر ایک طرف وہ خیالات اور خواہشات لکھ لئے جاویں جن کو ہم اچھے خیالات اور اچھی خواہشات سمجھتے ہیں اور دوسری طرف اُن جذبات کو لکھ لیں جنکو بُرا سمجھتے ہیں۔ اب جب کبھی دماغ کام سے فارغ ہو کر خواہشات اور جذبات کی آمد کا خیر مقدم کرنے لگے تو فوراً وہ کاغذ اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا جاوے۔ اور جوں ہی کوئی خیال دل میں آوے تو دیکھا جاوے کہ آیا یہ اچھے خیالات اور اچھی خواہشات میں سے ہے یا بُرے خیالات اور بُری خواہشات میں شامل ہے۔ اُس وقت اچھے خیالات کو دل میں آنے دیا جاوے اور بُرے خیالات کو نہ آنے

دیا جاوے۔ رفتہ رفتہ ہمارے دل کو خود بخود عادت ہو جاویگی کہ جہاں کوئی بُرا خیال اور بُری خواہش اُس کے سامنے آئی تو اُس کو ناگوار گذرے گا اور ایک قسم کی حِس پیدا ہو جائیگی کہ بُری خواہشات اور بُرے خیالات کو دل خود ہی رد کرنے لگے گا۔ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے یہ عمل کیا تھا تو مجھے اِس سے بہت ہی نفع معلوم ہوا تھا اور بُرے خیال کے دل میں آتے ہی ایک بے چینی سی پیدا ہو جاتی تھی اور میں یہ سمجھ جاتا تھا کہ دل نہیں چاہتا کہ اس خیال کو میں اپنا مہمان بناؤں۔ میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا قلب بُرے خیالات اور بُری خواہشات سے بالکل ہی پاک وصاف ہے لیکن اب عادت پڑ گئی ہے کہ بُرے خیالات اور بُری خواہشات کو قلب بہت دیر تک اپنے پاس رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اگر کسی کو یہ درجہ نصیب ہو جاوے کہ اُس کا دل بُری خواہشات اور بُرے جذبات سے بالکل ہی پاک وصاف ہو جاوے تو وہ آدمی ترقی کی ایک بڑی منزل طے کرنے میں کامیاب سمجھا جاویگا۔

اب اس درجہ پر پہونچنے اور اُس منزل کے طے کرنے کے بعد انسان کے سامنے خود دوسری اور بڑی منزل رہتی ہے وہ منزل وہ ہے جو ہمارے قلب کو اپنے خالق کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور اس توجہ کو میں عبادت کہتا ہوں۔ میرے نزدیک عبادت صرف اُس عمل کا نام ہے کہ ہمارا قلب یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق کی اوصاف کا نقشہ اپنے اوپر قبول کرنے لگے۔ خالق کی ربوبیت اور رحم اور مہربانی و دیگر اوصاف کا تصور بار بار کرنے سے آخر کار ہمارا قلب

اُسی کی طرف جھک جائیگا - اور پھر اُس کے مخالف خیالات کے ذہن میں آتے ہی اُس کو ایک قسم کی تکلیف محسوس ہونے لگے گی کہ میں غلط راستہ پر چل دیا -

اسلام میں کیا اور ہندو مذہب میں کیا اور عیسائی مذہب میں کیا ہر مذہب میں اس بات کی تاکید ہے کہ خدا کے سامنے پوری توجہ کے ساتھ اپنا سر جھکاؤ اور قلب میں اس کا احساس پیدا کرو کہ جس کے سامنے تم ہاتھ باندھے کھڑے ہو یا جس کے سامنے تم سجدہ میں پڑے ہو وہ کیسی ہستی ہے اور اس کے اوصاف کس قدر اعلیٰ ہیں اور وہ ہم پر کس قدر مہربان ہے اور ہم اُس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے -

اسلام میں تو بار بار تاکید آئی ہے کہ نماز پوری توجہ کیساتھ حضوری قلب سے پڑھی جاوے -

گیتا جی میں جو ہندوؤں کی بہت بڑی مذہبی کتاب ہے اسمیں کرشن جی نے جن کو ہندو خدا کا اوتار مانتے ہیں ایک جگہہ فرمایا ہے کہ جو لوگ سختی سے سخت ریاضت کرتے ہیں اور آگ جلا کر اُس کے پاس دہوپ میں بیٹھتے ہیں اور رات کو ٹھنڈے پانی میں بیٹھتے ہیں اور اپنے کو اُلٹا لٹکاتے ہیں اور دن رات کھڑے رہتے ہیں یا اپنے ہاتھ اور پاؤں معطل کرکے سکھا دیتے ہیں اور دیگر طور پر طرح طرح کی تکلیفیں اپنے جسم کو دیتے ہیں وہ سمجھہ لیں کہ میں اُن کے اندر نہیں ہوں - میں تو صرف اُن کے اندر رہتا ہوں جو دن رات اور صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور اپنا کام کاج کرتے وقت بھی ہر وقت میرا خیال اپنے ذہن میں رکھتے ہیں - میرے خیال میں سچی عبادت اسی کو سمجھنا چاہئیے کہ

انسان ہر وقت یا جب بھی موقع ملے اپنے خالق اور اُس کے اوصاف کا خیال اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تو اصلی عبادت ہے اور دوسری ایک رسمی عبادت بھی ہے کہ لوگ دوسروں کے دکھانے کے لئے بلا کسی حقیقی توجہ یا خیال کے ایک طرف کو منہ کر کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا کسی بت یا ستارے یا درخت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں یہ عبادت اصلی نہیں ہے لیکن میری غرض یہاں پر تم کو اصلی عبادت کا مقصد اور فائدہ بتانے سے ہے۔ اور نقلی عبادت کی مذمت کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ اب تم کو معلوم ہو گیا کہ انسان اصلی عبادت کے ذریعہ سے اپنے قلب کو کس قدر ترقی دے سکتا ہے۔ جو قلب حرص اور کینے اور بغض اور بدی کا گھر بننے کی بھی قابلیت رکھتا ہے اُس قلب سے یہ کل بُرے جذبات الگ کر کے اُس کو رحم اور محبت اور دیگر پاکیزہ خیالات کا گھر بنا دینا یہ سچی اور اصلی عبادت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ خدا کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے اُس کی ہر بات اچھی ہے۔ جب ہم ایک ایسی ہستی کا نقشہ اپنے قلب پر قایم رکھیں تو پھر اُس قلب میں بُرائی کے آنے کی گنجائش باقی نہ رہیگی۔ جب ہم اپنے خالق کے سچے اوصاف کا تصور اچھی طرح سے اپنے دل میں قایم کرلیں اور بُرائی کی آلائش سے ہمارا قلب پاک ہو جائے تو پھر ہم اپنی ہستی اُسی مالق کے ہاتھ میں سپرد کردینگے یعنی اپنا جینا اور دکھ اور خوشی سب اُسی کی مرضی کا نتیجہ سمجھنے لگیں گے یہ درجہ ہمارے باطنی قوا کی ترقی کا بہت ہی اعلیٰ درجہ سمجھنا چاہیئے۔

اِس کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر پہونچ جائینگے کہ جہاں پر خوشی ہی خوشی ہے رنج کا نام بھی نہیں ہے۔

اب تم کو عبادت کی ضرورت خود محسوس ہو رہی ہوگی۔ تم نے دیکھا کہ تمہاری عبادت سے تمہارے خالق کو کچھ نفع نہیں پہونچا۔ لیکن عبادت نے تم کو ایک ادنیٰ زندگانی سے اعلیٰ مراتب تک پہونچا دیا اور اگر انسان کی دنیاوی زندگی اور مابعد کی زندگی کا مقصد حقیقی مسرت کا حاصل کرنا قرار دیا جاوے تو اُس کے حاصل کرنے کیلئے عبادت ہی ایک سچا اور موثر طریقہ ہے۔

آخر میں تم نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا ہم کو اپنے احکام کی پابندی کا حکم کیوں دیتا ہے اور اگر ہم پابندی نہ کریں تو ہم پر دوزخ کا عذاب کیوں نازل کرتا ہے۔ اِس کا جواب ایک ایسے شخص کے لئے جس نے بنی نوع انسان کی تدریجی ترقی کی تاریخ پڑھی ہو کچھ مشکل نہیں ہے۔

ابتداء میں انسان بالکل درندوں کی حالت میں جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور چونکہ اُس میں عقل بھی تھی وہ نہایت ہی ظالم قسم کا درندہ تھا۔ درندے جانور عام طور پر اپنی جنس کے درندوں کو کھانے کے لئے نہیں مارتے۔ شیر یا چیتا یا دیگر جنگلی درندے ایک دوسرے کو اس لئے کبھی نہیں مارتے کہ اُن کے گوشت سے اپنا پیٹ بھریں۔ لیکن انسان ابتداء میں ایک ایسا غیر معمولی درندہ تھا کہ وہ دوسرے انسان کو کھانے کے لئے اور اپنی بھوک بجھانے کے لئے مارتا تھا اور اب بھی مردم خوار وحشی دوسرے انسانوں کو

مار کر کھا جاتے ہیں۔ تم نے چارلس ڈاروِن کا سفرنامہ راونڈ دی ورلڈ نامی پڑھا ہوگا۔ چارلس ڈارون نے جنوبی امریکہ کے وحشیوں میں کا ایک لڑکا جہاز پر لے لیا تھا اور اس کو وہ انگلستان بھی لے گئے تھے۔ اور دوبارہ جب وہ پھر اُس ملک میں گئے تو اُس لڑکے کو اُس کی خواہش کے موافق اُنھیں وحشیوں میں چھوڑ آئے جہاں سے اُس کو لیا تھا۔ چارلس ڈارون نے ایک مقام پر ذکر کیا ہے کہ اُس وحشی لڑکے سے معلوم ہوا کہ سخت برف باری کے زمانہ میں جب وحشیوں کو کچھ کھانے کو نہیں ملتا تو وہ بوڑھی عورتوں کو مار کر کھا جاتے ہیں۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ جب بوڑھی عورتیں اپنے بیٹوں اور پوتوں اور دیگر عزیزوں کو دیکھتی ہیں کہ وہ اُن کو مار کر کھانے پر تلے بیٹھے ہیں تو وہ چپکے سے نکلکر پہاڑوں میں جا کر چھپ جاتی ہیں۔ لیکن وحشی اُن کے پیچھے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ شکاری کتے شکار کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ اور اُن کو ڈھونڈ کر پکڑ لاتے ہیں اور مار کر کھا جاتے ہیں۔ اُس لڑکے نے ڈارون کو یہ بھی بتایا کہ بوڑھی عورتیں کس عذاب اور اذیت سے ہلاک کیجاتی ہیں۔ انکو آگ جلا کر اُس کے شعلوں پر اُلٹا لٹکا دیا جاتا ہے اور جب دھواں اُن کے حلق اور ناک میں گھستا ہے تو کس طرح کھانستی اور کراہتی ہیں۔ وہ لڑکا اُن کی کراہنے کی آوازیں اپنے حلق سے نکال نکالکر اُن کا مضحکہ اُڑاتا تھا۔ اس سے دیکھ سکتے ہو کہ انسان کیسا ظالم ہے اور وحشیانہ زندگی کے زمانہ میں اُس نے کیا کیا ظلم ڈھائے ہونگے۔

وسطا اور مغربی افریقہ کے حبشی اب تک مردم خوار ہیں۔ آشانٹی کے حکمران کو انگریزوں نے ۱۹۰۸ء ہی میں برطرف کیا تھا اور اُسکو

بیٹے کو اس کی جگہہ پر گدّی نشین کیا تھا۔ اس وحشی حکمراں کو مردہ انسانوں کا گوشت کھانے کا بہت شوق تھا۔ وہ بجز آدمی کے گوشت کے اور کسی چیز کا گوشت نہیں کھاتا تھا۔ آدمیوں کو خرید کر یا زبردستی پکڑوا کر زندہ سولی پر چڑہا دیتا تھا اور جب وہ تڑپ کر مرجاتے تھے تو کئی روز تک سولی پر اُن کی نعش لٹکی رہنے دیتا تھا اور جب وہ سڑ جاتی تھی تب اُس کو اوتار کر کھاتا تھا۔ افریقہ میں سینکڑوں وحشیوں کی آبادیاں جنگلوں میں موجود ہیں جو مردم خوار ہیں اور آدمیوں کو پکڑ کر یا خرید کر مارتے ہیں اور سب ملکر کھاتے ہیں۔

پُرانے زمانہ میں بتوں کے سامنے آدمی کی قربانی ہندوستان میں اور چین میں اور شام میں اور مصر میں غرضیکہ ہر ملک میں عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ ملک برما کے شمالی علاقوں میں اب تک آدمی کی قربانی کا رواج تھا۔ لیکن عرصہ پندرہ سال کا ہوا کہ سرہارکورٹ بٹلر نے جو برما کے گورنر تھے اس کو بند کرنے کی کوشش کی لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ پہاڑی قومیں اب بھی آدمیوں کو پکڑ کر اپنے بتوں کے سامنے قربانی چڑہا دیتی ہیں۔

ایک زمانہ میں بردہ فروشی کا ایک عام رواج تھا اور کل دُنیا کی قومیں مہذب اور غیر مہذب سب اس میں مبتلا تھیں۔ بردہ فروشوں نے جو جو مظالم کئے ہیں اُن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مردم آزاری تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ایک انسان دوسرے انسان کی جان لینے کیلئے اور اُسکا مال چھیننے کیلئے یا اوسکی آزادی چھین کے اذیت پہونچا کر تکلیف دینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتا ہے

اب اگر مذہب انسان کو ان مظالم اور اس غارتگری سے نہ روکتا
تو کیا حالت ہوتی۔ یاد رکھو کہ سب سے اول مذہب ہی نے آکر انسان
کو اُس کے بُرے اعمال سے روکا تھا۔ قانون تو مذہب کے آنے کے
بہت بعد میں آیا ہے۔ اور اکثر قوانین کی بنیاد مذہبی اصولوں پر ہی رکھی
گئی ہے۔ مذہب نے اول رحم سکھایا۔ انصاف سکھایا۔ حلم سکھایا
بردباری سکھائی۔ انکسار سکھایا۔ غرور کی مذمت کی۔ ظلم اور غارتگری
اور چوری اور ڈاکے اور ہر طرح کی بدکاریوں سے باز آنے کا
حکم دیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ تعزیری قوانین بنائے اور اُن کی خلاف ورزی
کے لئے دنیاوی سزائیں تجویز کیں۔ اور آخرت کے عذاب سے بھی لوگوں
کو ڈرایا۔ یہ مذہب ہی ہے جس نے وحشی انسان کو ایک درندے
اور ظالم اور سفاک درندے سے انسان بنا دیا۔

اب پھر تم غور کرو کہ ان احکام میں بھی کوئی بات ایسی نہیں ہے جس
سے ہمارے خالق کو کوئی نفع پہونچ سکے۔ اگر وہ نسل انسانی کو چھوڑ دیتا
کہ جاؤ خود ایک دوسرے سے نبٹ لو۔ زبردست زیردست کو اگر آزار
پہونچایا کرے۔ مجھے کسی کو مردم آزاری سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے
تو شاید انسان اسوقت تک ایک دوسرے کو مار مار کر ختم کر چکے ہوتے۔ آسٹریلیا
کے وحشی دن رات اپنے دشمن کے تعاقب میں سرگرداں رہتے ہیں کہ
کہیں اُس کو پکڑ پائیں تو ہلاک کر کے اُس کی چربی نکال کر کھا جاویں۔
اسی طور پر دُنیا میں مذہب کے دور دورے سے قبل دن رات خونریزی
اور انتقام کا بازار گرم رہتا تھا۔ علم اور ہنر اور تجارت میں ترقی کا آدمیوں کو
موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ مذہب ہی نے سب سے اول ایک انسان کو دوسرے

کے ظالم ہاتھ سے بچایا اور رفتہ رفتہ تہذیب اور امن کا دور دورا شروع ہوا
اب بتاؤ اس میں مذہب نے کیا برائی کی۔ خالق نے اپنی مخلوق کی حفاظت
کے لئے احکام صادر کئے اور اُن سے انحراف کے لئے سزا تجویز کی۔ یہ تو ہم
پر اور تم پر اور کل بنی نوع انسان پر ہمارے خالق نے ایک بہت بڑا احسان
کیا اس میں اعتراض کا کون سا موقع ہے۔

مسلمان دوست۔ یہ تو سب باتیں بالکل درست ہیں لیکن مذہب نے
بھی تو بہت بڑے بڑے ظلم کئے ہیں۔ آپ نے خود ہی اپنے رسالہ کافر و کافر گر
میں مذہبی فرقوں کے مظالم کے حالات لکھے ہیں۔ اب آپ فرماتے ہیں
کہ مذہب نے انسانوں کو مظالم سے روکا ہے۔ آپ کی دونوں باتوں میں
تناقض ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔

معلم۔ میں نے جو کچھ یہاں پر تم کو بتایا ہے وہ مذہب کے احکام اور تعزیری
قوانین کے بارے میں بتایا ہے اور رسالہ کافر اور کافر گر میں میں نے
مذہبی علماء کی سفاکیوں کا ذکر کیا تھا۔ مذہب اور علماء مذہب دونوں
کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا درست نہیں ہے۔ مذہب تو فقط
ایک اصولوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور علماء مذہب ظاہرا تو اُن اصولوں
کی حمایت کا دم بھرا کرتے ہیں لیکن فی الواقع ان میں سے بکثرت
ایسے ہوتے ہیں جو مذہبی اصولوں کی آڑ لیکر اپنے ذاتی اغراض و
مقاصد حاصل کیا کرتے ہیں۔

میں اس گروہ کے علماء کو مذہب کا مخالف اور اپنے خالق کے
احکام کی خلاف ورزی کرنے والا گروہ سمجھتا ہوں۔ ہمارے خالق نے
کہیں کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ اگر کوئی شخص تمہاری رائے کے خلاف کوئی

دوسری رائے قایم کرے تو تم اس کو اذیت سے قتل کرڈالو۔ لیکن علمارِ مذہب ہمیشہ اپنے مخالفوں کو مذہب کے نام سے قتل کرتے رہے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ بعد کی نسلوں کو جب معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مذہب کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ قتل کرنے والوں کا قصور تھا تو وہ قاتلوں کو بُرائی سے یاد کرنے لگتے ہیں۔ منصور یا سرمد کے قاتلوں کو آجکل کے علمار بھی بُرا کہتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مذہبی علمار کے اعمال اکثر مذہب کی بالکل ہی مخالف ہوا کرتے ہیں۔

البتہ جو علمار صحیح طریقہ سے مذہبی اصولوں کو سمجھکر اُن پر چلتے ہیں وہ کبھی کسی کو اختلاف رائے یا خیالات کیوجہ سے نہیں ستاتے اور نہ کسی کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مذہب تو رحم اور انصاف اور صلح جوئی سکھاتا ہے نہ کہ ظلم اور قتل و غارت گری کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام ایک بہت ہی بڑے نبی اور جلیل القدر معلم تھے اُنھوں نے یہودیوں کے علمار کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ لوگوں کو رحم اور انصاف کی تعلیم دی اور فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ گو انسان کے لئے اِس ارشاد کی تعمیل کچھ آسان نہیں ہے لیکن معلم نے تو ایک سنہری اصول سکھادیا۔ قوت انتقام کا انسان کے قلب پر اس درجہ زبردست غلبہ ہے کہ اُس کو وہ روک ہی نہیں سکتا۔ لیکن مذہبی پیشوا اُس کے روکنے کی ہمیشہ تلقین کرتے رہے ہیں اور حضرت مسیح نے تو مختلف طریقوں سے اس جذبہ کے روکنے کی تعلیم دی ہے۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً تمام

انسانوں کے سامنے قوتِ انتقام پر قابو حاصل کرنے کی اعلیٰ مثال پیش کردی ہے جس کے مقابل میں تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں ملسکتی۔ اگر تم اسلام کی ابتدائی تاریخ پڑھو تو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ قریش مکہ نے آنحضرت کو جس قدر اذیت پہونچائی تھی اُس کی بھی مثال کسی دوسری جگہہ مشکل سے ملیگی۔ اگر آنحضرت کے چچا و دیگر اعزا ر کا اثر اُن کی حمایت پر نہ ہوتا تو حضرت مسیح کی طرح اُن کو بھی اوائل دعویٔ نبوت میں ہی شہید کردیا ہوتا۔ لیکن گو جان سے نہیں مار سکے لیکن دیگر طریقوں سے اُنکو نہایت ہی سخت تکالیف دیں۔ اُن کو معہ اُن کے حمایتی قریبی رشتہ داروں کے برادری سے خارج کردیا۔ اور اُن سے لین دین اور کل معاملات ترک کردئے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی مشکل سے اُن کو ملتی تھیں۔ آنحضرت کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے اور سجدے میں جاتے تو گندی چیزیں اُن کی پیٹھ پر ڈال دیتے تھے۔ غرضیکہ ایذا رسانی کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا کہ جو باقی چھوڑا ہو۔ اُن کے بعض غریب و مظلوم شاگردوں کو جو دوسروں کی غلامی میں تھے دن کو دھوپ میں جلتی ریت اور زمین پر اُلٹا لٹا کر اُن کے سینہ پر جلتا پتھر اور رکھدیتے تھے اور گھنٹوں جان کنی کی حالت میں رکھتے تھے۔ آخرکار جب دیکھا کہ آنحضرت اپنی بات سے باز نہیں آتے تو سب نے ملکر طے کرلیا کہ اب سب چلکر اُن کو جان سے مار ڈالیں۔ آنحضرت کو بھی کسی طرح معلوم ہوگیا کہ دشمن آج ہمارے قتل کے لئے ہم پر حملہ کرنے کو ہیں۔ چنانچہ وہ اندھیری رات میں صرف اپنے ایک فدائی شاگرد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے اور وہاں سے مدینہ

منورہ چلے گئے۔ آنحضرت کے ہجرت کر جانے کے بعد قریش کو سخت رنج ہوا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا اور اب اسلام کا عرب میں پھیلنا آسان ہو جائیگا۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ سے گیارہ مرتبہ بڑے بڑے لشکر لیکر مدینہ منورہ پر چڑھ چڑھ کر گئے کہ اسلام اور بانی اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ مگر ہر مرتبہ شکست کھا کھا کر واپس آئے۔ ایک لڑائی میں آنحضرت اور اُن کے ساتھیوں کو سخت نقصان بھی پہونچا۔ بہت سے صحابی شہید ہوئے اور آنحضرت کے چچا حضرت امیر حمزہ رضؓ بھی انھیں شہدا میں سے تھے جن سے آنحضرت کو بہت محبت تھی۔ ایک قریشی عورت ہندا نامی نے حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ نکالکر چبا لیا اور اُن کے ناک کان سب کاٹ ڈالے۔ اس واقعہ سے آنحضرت کو بہت ہی سخت صدمہ اور ملال ہوا۔

خیر یہاں تک تو قریش کے مظالم کا مختصر سا ذکر کرنا ضروری تھا کہ اس کے بعد اگر وہ آنحضرت کے قابو میں آجاتے تو اُن کو کس سلوک کی توقع رکھنی چاہیئے تھی۔ اور اگر آنحضرت کی جگہہ کوئی دوسرا فاتح ہوتا تو وہ اُن شریر دل سے کیا سلوک کرتا۔ آخر کار آنحضرت کو وہ موقع ملا کہ وہ قریش کو اُن کے ظلم اور شرارتوں کی سزا دیں۔ آنحضرت کی سپہ سالاری میں مسلمانوں نے آخر کار مکہ معظمہ کو فتح کر لیا۔ کل اہل شہر جو بسلسلہ مجرم تھے اور گشتنی تھے اُن پر خوف طاری ہوا کہ نہ معلوم ہمکو کیا سزا دیجاویگی اور کیا کیا ایذائیں پہونچا کر ہماری جان لیجاویگی۔ لیکن آنحضرت نے جو دُنیا کے سامنے ایک بڑے اصول کا نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے اپنی قوت انتقامی پر اُسی طور پر فتح حاصل کر لی جیسے کہ شہر مکہ پر کی تھی اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اور اُن کی جان اور مال دونوں

اُن کو بخش دے۔

دیکھو یہ سچا مذہب ہے یہ عام علمار کا مذہب نہیں ہے۔ یہ خدا کا اور اُس کے رسول اور فرماں بردار بندہ کا مذہب ہے۔ میں نے تمہارے سامنے صرف اسی قسم کے مذہب کے اصول پیش کئے ہیں نہ کہ مولویوں کا مذہب پیش کیا ہے۔ قرآن شریف میں مذہب کے بارے میں صاف حکم ہے کہ کسی پر سختی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیئے پھر ایک جگہہ خدا نے اپنے رسول سے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ کسی پر سختی کرنے کے لئے۔

اب اس کے بعد تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذہب نے دوسرے انسانوں پر ظلم کرنا سکھایا ہے۔ مذہب ہی نے، انسان کو انسان بنانے کی کوشش کی ہے اور رحم۔ محبت۔ انصاف اور صفائی معاملات کا سبق سکھایا ہے۔ اور سب سے اول مذہب ہی نے انسان کو ایک درندے جانور سے ایک شریف و مہذب مخلوق کا جامہ پہنانے کی فکر کی ہے۔ اور یہ سب احکام نسل انسانی کی بہتری و بہبودی کے لئے اشد ضروری تھے اب تم خود ہی غور کرو کہ کیا ان ضروری قواعد واصولوں کی خلاف ورزی کے لئے تعزیری حکم ضروری نہیں تھا اور انسانوں کو اس بات سے ڈرانا لازمی نہیں تھا کہ اگر تم ظلم کروگے اور دوسروں کی جان لوگے یا مال چھینوگے یا کسی طرح اُن کو نقصان یا تکلیف پہونچاؤگے تو تم پر دوزخ کا عذاب نازل کیا جائے گا۔

اب اُمید ہے کہ تمہارے دل میں شبہ باقی نہیں رہا ہوگا۔ کہ خدا نے

ہمارے اعمال کا دائرہ اپنے احکام سے محدود کیوں کردیا۔ اور اُس دائرہ سے قدم باہر نکالنے کیلئے دوزخ کے عذاب سے ہم کو کیوں ڈرایا گیا ہے
**مسلمان دوست** - جو باتیں آپ نے یہاں کی ہیں وہ سب درست ہیں اور دل اُس کو قبول کرتا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک بات معقولیت پر مبنی ہے۔ لیکن بعض وقت دل میں شبہات اور خدشات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کہیں میرا دل غلطی تو نہیں کر رہا ہے۔ خدا کو دیکھا نہیں مگر عقل سے انسان نے اُس کو پہچانا ہے جیسا آپ نے کہا ہے لیکن عقل بھی تو غلطی کر سکتی ہے۔
**معلم** - عقل کی کسی غلطی کی صحت سوائے عقل کے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جو اشیاء ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں اُن کو ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اگر آنکھ کالے رنگ کو سفید بتائے تو پھر اس کا علاج ہمارے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہم ہر رنگ کو جو آنکھ بتائے اُس کے برعکس تسلیم کریں۔ اگر ایک چیز کالی دکھائی دے تو اُس کو سفید مانیں اور اگر سُرخ دکھائی دے تو اُس کو نیلی یا پیلی مانیں۔ لیکن اگر کسی ایک آدمی کی آنکھ میں کوئی اس قسم کا نقص ہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کل دُنیا کی انسانوں کی آنکھیں غلط رنگ دیکھتی ہیں۔ پس عقل کی غلط یا صحیح رائے کی صرف یہ پہچان ہے کہ ایک آدمی معقولیت سے اگر کوئی مسئلہ دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرے اور دوسرے لوگ بھی اُس کو تسلیم کرلیں کہ ہاں جو بات کہی گئی ہے وہ درست ہے تو سمجھو کہ کہنے والے کی عقل غلطی نہیں کر رہی ہے۔ علاوہ بریں

ہمارے پاس کسی امر کے سمجھنے کے لئے سوائے عقل کے اور کوئی آلہ نہیں ہے یہی ہماری خوردبین ہے اور یہی ہماری دوربین ہے۔ جو چیز ہمکو اس کے ذریعہ سے معلوم ہوگی ہم اُس کو صحیح اور درست تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ دوسرا کوئی ذریعہ اُن مسائل کے سمجھنے کیلئے ہمارے پاس نہیں ہے جو میں نے تمہارے سامنے شروع سے اسوقت تک بیان کئے ہیں۔ پس وہم پرستی کو اب چھوڑ دو شبہات کا دروازہ بند کردو۔ اور دل پر اُس کا اثر مت آنے دو۔

ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ ایک سوچنے والے دماغ کو کسی بات کا یقین کامل تب ہی ہوگا جب وہ بار بار خود اُس امر کیطرف اپنا ذہن منتقل کریگا۔ میں نے اس سے قبل تم کو بتایا ہے کہ آدمی کی باطنی قوتیں یعنی عقل و فہم و ادراک وغیرہ کا نشوونما بتدریج ہوتا ہے اور اُن میں یہ قابلیت ہے کہ وہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ درجہ کو پہونچ جائیں۔ خالق کے اوصاف کے متعلق یہ کہنا تو بہت آسان ہے کہ وہ رحیم ہے۔ یا کریم ہے۔ یا رحمٰن ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ ایک ایسے شخص کی زبان سے ہی نکل سکتے ہیں جس کا ذہن حقیقی اثرات و اعتقادات سے بالکل خالی ہو اور ایک ایسی شخص کی زبان سے بھی نکل سکتے ہیں جس کو یقین کامل ہو کہ ہاں ہمارا خالق واقعیٔ ایک رحم کرنے والی ہستی ہے اب یہ اخیر درجہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب ہم کو حق الیقین ہو جائے کہ اس کل کائنات کو وجود میں لانیوالی جو ہستی ہے اور جو بلا کسی ابتدار کے ہمیشہ سے موجود ہے حق الیقین کا درجہ حاصل کرنے کے لئے ہمکو بہت سے مدارج طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فقرا و صوفیا نے مدارج کے مختلف نام رکھہ لئے ہیں۔ لیکن میں تم کو صوفیاء کے اصطلاحات کے جھگڑے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں نہایت ہی سادہ

و عام فہم الفاظ میں تم سے باتیں کرتا رہا ہوں۔ اور اب بھی میں تمہارے ذہن پر عام فہم الفاظ میں یہ بات نقش کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کا دماغ جب خالق اور مخلوق کے مسئلہ پر بہت عرصہ تک نہایت توجہ سے سوچتا رہا ہو تو پھر وہ رفتہ رفتہ ایک ایسے درجہ پر پہونچ جائیگا کہ اُس کے دل میں وجود خالق اور اُس کے اوصاف کی موجودگی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہیگا۔ دوسرا کوئی انسان تم کو ایک رستہ بتا سکتا ہے کہ اِس رستہ پر چل کر تم کسی اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاؤ گے لیکن مدارج کا طے کر کے ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک پہونچنا یہ صرف شخصی کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تم بہت سی باتیں سُن چکے اور بہت سے اعتراضات کر چکے اب اگر تم حقیقی خدا پرست اور موحد بننا چاہتے ہو تو کم از کم چار ہفتہ تک اپنے اوپر جبر کر کے اور اپنا پورا ذہن خالق کی ہستی کے خیال کی طرف منتقل کر کے اپنی توجہ اُس طرف مبذول کر کے دیکھو کہ تمہارے قلب پر کیا کیا اثرات اور تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔

تمہارے اعتقاد کی پختگی کے لئے تمہارے سامنے مخلوقات کی پیدائش کی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بھی بطور مزید صراحت کے بیان کئے دیتا ہوں۔ اب اس بات کا تم کو یقین ہو گیا ہے کہ ایک غیر ذی عقل ہستی کی نسبت ایک ذی عقل ہستی کا خالق کائنات ہونا زیادہ قرین قیاس ہے لیکن اب اِس بات کو مضبوطی کے ساتھ سمجھ لو اور اپنے ذہن میں اچھی طرح سے اُس کو جگہ دیدو کہ فقط ذی عقل ہستی ہی خالق ہو سکتی ہے۔ دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ بے جان اندھی برقی قوتیں کسی طرح خالق ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اہل سائنس برقی قوتوں یا بنیادی انرجی کو خود ایک غیر مکمل چیز تسلیم کرتے ہیں۔ اُس میں تغیرات بھی ہوتے رہتے ہیں

اور ضعف اور انحطاط کی علت بھی اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں کمزور و بے ترتیب ہوتے ہوتے بالکل معدوم ہو جائیگی۔ ایک طرف تو وہ بنیادی قوت یا انرجی کو ناقص اور معدوم ہونے والی شے مانتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بلا ابتدا کسی زمانہ کے خود بخود موجود تھی۔ اب اگر غور سے دیکھو تو سائینس کے یہ دونوں قیاسات غلط معلوم ہوتے ہیں۔ اول تو ایک چیز جو خود بخود موجود تھی وہ ناقص اور ناکمل اور کمزور کیوں ہوتی۔ جو چیز بالذات قائم رہنے والی نہ ہو اُس میں ضعف و انحطاط کی علت کا عارضہ ضرور ہوگا اور بہت زمانہ تک قائم نہیں رہسکتی۔ برخلاف اس کے ایک ذی عقل خالق جس کی قوت ارادی سے کل کائنات ظہور میں آئی ہے وہ بالذات قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ اپنی ایک ہی حالت پر رہیگا۔ اس میں تغیر و تبدل نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوقات میں تغیر و تبدل پیدا کرتا رہا ہے اور اب بھی کریگا۔ اُس کی قوت ارادی نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ معدوم بھی کر سکتا ہے۔ پس اس کائنات کی پیدائش کا معمہ فقط اس ایک ہی اعتقاد اور ایک ہی یقین سے حل ہو سکتا ہے کہ ایک ذی عقل ہستی جو اپنی ذات اور اوصاف میں کامل ہے اور جس میں تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہی ہمیشہ سے بالذات قایم تھی اور ہمیشہ کیلئے بالذات قائم رہے گی اور اُسی نے کل مخلوقات پیدا کی ہے۔

**مسلمان دوست** ۔ یہ اخیر خیال سب سے زیادہ موثر ہے۔ اور واقعی اس سے میرے اعتقاد کو بہت تقویت ہوئی ہے۔ اب میں سمجھ گیا کہ جو چیز اپنی فطرت و سرشت میں ناقص و تغیر پذیر ہو وہ قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اُس کا خود بخود بلا ابتداء زمانہ کے موجود رہنا بھی خلاف قیاس معلوم ہوتا

ہے۔ اِس سے کسی دوسری کامل ذی عقل ہستی کا وجود قطعی ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے بالذات قائم تھی اور ہمیشہ کے لئے بالذات قائم رہیگی اور اُس میں کوئی تغیر و تبدل، ضعف و انحطاط نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ معدوم ہوگی اور جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ اُسی کی وجہ سے موجود اور قایم ہے۔

لیکن ایک بات اور میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک مادی دنیا محض ایک دہوکہ ہی دہوکہ ہے دراصل یہ سب چیزیں جو دکھائی دیتی ہیں اُن کی کوئی اصلیت نہیں ہے اور نہ اُس کی جُداگانہ کوئی ہستی ہے۔ اصلیت میں خالق اور مخلوق دونوں ایک ہی ہیں۔ ہندوؤں میں ایک مذہب ویدانت کا ہے جو صاف طور پر کہتا ہے کہ ایکو برم دوتیو ناستی یعنی جو کچھ بھی ہے وہ ایک خدا ہی ہے دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلمانوں میں بھی صوفیار کا ایک مذہب ہے جو ہمہ اوست کے قائل ہیں یعنی اُن کے نزدیک بھی جو کچھ بھی ہے وہ خدا ہی خدا ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ یا بالفاظ دیگر خالق اور مخلوق دو جداگانہ ہستیاں نہیں ہیں۔ بلکہ ہر چیز خدا ہے۔ اور خدا ہر چیز ہے۔ اب یہ تو آپ بھی مانتے ہیں اور اہل سائنس بھی مانتے ہیں کہ مادی چیزوں میں تغیرات اور انحطاط کی علت موجود ہے۔ لیکن اگر ہمہ اوست کے مذہب پر اعتقاد رکھا جاوے تو خدا کی ہستی بھی تغیرات سے خالی نہ رہیگی۔

**معلم**۔ میں ویدانت سے اور مسلمانوں میں صوفیا کے اعتقادات سے کچھ تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہوں۔ ویدانت ہندوؤں کے فلسفے کی مختلف شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور موجودات کے وجود میں آنیکی اس میں یہ دلیل بتائی گئی ہے کہ ایشر نے یا خدا نے خود اپنی ذات

میں سے ہی سب کچھ پیدا کر دیا اور یہ سب چیزیں اُسی کی ذات کا ایک
یہ تو سمجھنا چاہیئے۔ یہ خیال کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایک قیاس ہے
اور قیاس صحیح بھی ہوتے ہیں اور غلط بھی۔ صوفیا کے مذہب میں ہمہ اوست
کا مسئلہ کسی فلسفی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ جن لوگوں کے دل پر خدا
کی محبت کا بہت زیادہ غلبہ ہو جاتا ہے اُن کو بجز خدا کے اور کوئی دوسری
چیز کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ میں نے ایک مرتبہ ایک نوجوان کو دیکھا
کہ اُس کو کسی سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اُس محبت کا اُس کے
دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ اُس کو ہر جگہ اپنے محبوب کی شکل دکھائی
دیا کرتی تھی۔ وہ سڑک کی مٹی اُٹھا اُٹھا کر اپنے چہرے پر ملا کرتا تھا۔ کہ
اِس سڑک پر سے میرا محبوب گذرا ہے۔ باغ کے پھولوں کو دیکھ دیکھ کر
خوش ہوتا تھا کہ ان میں میرا معشوق چھپا بیٹھا ہے۔ لوگ اُس کو پاگل سمجھتے
تھے۔ مگر اُس کی حالت دیکھ کر اِس نتیجہ پر پہونچنا بہت آسان ہے کہ محبت
کا غلبہ کس قدر زبردست ہوتا ہے۔ اور دل و دماغ پر اُس کا کیا اثر
ہوتا ہے۔ فقراء میں بہت سے بزرگ خدا کی محبت میں اِس قدر ڈوب
جاتے ہیں کہ اُن کو ہر چیز میں خدا ہی خدا دکھائی دینے لگتا ہے۔ منصور
انا الحق کے نعرے لگایا کرتا تھا۔ یعنی میں خدا ہوں۔ اسی طور پر سرمد
ہر چیز کو خدا سمجھا کرتا تھا۔ اور جب جلاد اس کو قتل کرنے کے لئے آیا
تو اُس نے بڑی محبت سے اُس کو برہنہ تلوار اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے
دیکھکر کہا کہ میں تجھ پر قربان ہو جاؤں کیا آج اس شکل میں ظاہر ہوا
ہے۔ وہ اُس جلاد کو بھی خدا ہی سمجھتا تھا جو اُس کا سر تن سے جدا
کرنے کو اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

پس صوفیا، توحید اکی محبت میں ہر چیز کو خدا سمجھنے لگتے ہیں۔ دلائل یا فلسفے کا شائبہ ادن کے خیالات پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہے۔ لیکن سائنس کی جدید تحقیقات ویدانت اور ہمہ اوست کے مسئلہ کو بہت تقویت پہونچانے والی ہے۔ سائنس دانوں کا یہ خیال ہے کہ کل کائنات برقی قوت یا بنیادی انرجی سے وجود میں آئی ہے۔ لیکن میں ذراس سے قبل بہت تفصیل کے ساتھ تم کو بتایا ہے کہ اہل سائنس کی برقی قوت یا بنیادی انرجی کا اُس ذی عقل ہستی کی قوت ارادی سے پیدا ہونا بہت زیادہ قرین قیاس ہے جس کو ہم خدا پرست لوگ خدا کہتے ہیں۔ اب اگر اس بنیادی انرجی کا خدا کی قوت ارادی سے ظہور میں آنا مانا جاوے تو پھر یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ہر چیز نے خدا ہی کی ذات سے موجودات کا جامہ پہنا ہر خدا نے ارادہ کیا کہ ایک سورج یا چاند یا ستارہ یا سیّارہ وجود میں آجائے تو فوراً وہ قوتیں جن سے مادہ تیار ہوتا ہے حرکت میں آگئیں اور کسی چیز کی پیدائش کا آغاز ہو گیا۔ پھر جس قدر میعاد کے لئے خدا نے اُس کو قائم رکھنا چاہا وہ قائم رہی اور جب اُس کو ختم کرنا چاہا تو اُس میں ضعف و انحطاط پیدا ہو گئے اور رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ باقی جو چیز رہ گئی وہ وہی ذی عقل ہستی رہ گئی جس کو ہم خدا کہتے ہیں۔ جب خدا کی قوت ارادی بنانے والی اور نیز ختم کرنے والی قوت ٹھہر گئی تو پھر سوائے خدا کے اور کوئی دوسرا وجود ایک مستقل وجود کی حیثیت سے اگر تسلیم نہ کیا جاوے تو اس پر کوئی سخت اعتراض وارد نہیں ہوگا

میں تو خدا کی ہستی میں اور اُس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں ایک فرق پاتا ہوں۔ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں تغیرات بھی ہوتے ہیں اور

ان میں انحطاط بھی ہوتا ہے اور وہ ختم بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ کل پیدا کی ہوئی چیزیں خدا کی ذات کی وجہ سے قائم رہتی ہیں۔ لیکن خدا کی ذات میں خود بخود قائم رہنے کا وصف موجود ہے۔ اس لئے اُس کو میں قائم بالذات کہتا ہوں۔ ویدانت اور ہمہ اوست والے تو کسی چیز کے تغیر و تبدل و پیدائش و کمزوری و انحطاط کے قائل ہی نہیں ہیں وہ ہر چیز کو جو ہمارے سامنے جس شکل میں بھی ظاہر ہو ایک دھوکے سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ چیزوں کے دیکھنے اور سننے اور سونگھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ دراصل اشیاء سب ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں جیسے ہمیشہ سے تھیں۔

خیر یہ تو ایک نہایت ہی جزوی مسئلہ ہے۔ خدا کے ماننے والوں میں بہت تھوڑے سے انسان اس مسئلہ پر اعتقاد رکھتے ہیں اس کی وجہ سے دل میں ایک خلجان پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب میں اس گفتگو کو ختم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم کو خدا کی ہستی میں یقین ہو جائے کہ وہی ہمارا حقیقی خالق ہے اور اُسی نے کل کائنات پیدا کی ہے اور وہ ایک کامل ہستی قائم بالذات ہے اور ہمیشہ قائم رہیگا۔ تم نے مجھکو یقین دلایا ہے کہ تم کو خدا کی ہستی میں یقین ہو گیا ہے۔ اب اس خیال میں اگر تزلزل پیدا ہوگا تو اسمیں تمہاری غلطی سمجھی جاویگی۔ اور معلوم ہوگا کہ تم نے خود اپنا ذہن مسئلہ پیدائش کائنات کیطرف منتقل نہیں کیا۔

دوسرے نوجوان جنہوں نے جدید علوم پڑھے ہیں غالباً وہ اپنے کو اس قدر ہمہ داں نہ سمجھتے ہونگے کہ وہ خالق اور مخلوق کے مسئلہ پر

غور کرنا غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ لیکن اگر کوئی نوجوان تم سے ان مسائل پر گفتگو کرنا چاہے اور کسی مسئلہ میں تم اُس کی تشفی نہ کر سکو تو مجھ سے آکر دریافت کر لینا۔

# ضروری نوٹ

مذہبی علماء خواہ وہ دین مسیح کے علماء میں سے ہوں یا یہودیوں میں سے یا ہندوؤں میں سے یا مسلمانوں میں سے وہ دلیل اور برہان سے مذہب کی تلقین کبھی نہیں کرتے اُن میں سے بعض تو ضرور ایسے نکل آتے ہیں جو خدا کی ہستی کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہیں لیکن عام قاعدہ یہ ہے کہ علماء کہہ دیتے ہیں کہ دین کے معاملات میں کسی کو عقل نہیں لڑانی چاہیئے اور جو باتیں بزرگ کہہ گئے ہیں اُن کو اپنی تشفی کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ وہی باتیں دوسروں کی تشفی کے لئے بھی کافی ہونگی۔ اُن کی حالت وہ ہے کہ جیسے کسی کو ایک مقدار پانی کی کسی جگہ تیار مل جاوے تو وہ اُس کی حفاظت میں اپنی پوری عمر صرف کر دے اور اگر اُس کے قریب ایک دریا بہ رہا ہو تو اُسکی طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ انسان کو خدا نے دل و دماغ ایسے عطا کئے ہیں کہ وہ ہر وقت اشیاء کی ماہیت کے دریافت کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اسی کو علم کی ترقی کہا جاتا ہے۔ اب اگر آج سے ایکہزار برس قبل ہم کو علم کا ایک قیمتی ذخیرہ ملا ہو تو ہمارا فرض ہے کہ اُسکو ہم محفوظ رکھیں۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم علم کے بہتے ہوئے دریا سے بھی استفادہ حاصل کریں کل مذاہب کے مذہبی علماء اپنے کو علوم کی ترقی میں حصہ لینے سے محروم کر لیتے ہیں اور اسی وجہ سے اُن کو علوم جدیدہ کی واقفیت نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ جدید علوم

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن میں اور مذہبی علماء کے خیالات میں ایک بعد ہوجاتا ہے جو دن بدن بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اِسی تفریق خیالات و بعد کی وجہ سے یورپ میں دہریت پھیل گئی ہے اور اب جب سے جدید علوم کا ہندوستان میں داخلہ ہوا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں نوجوانوں نے علوم اور سائنس پڑھے ہیں وہ بھی یورپ کی طرح دہریت کیطرف جارہے ہیں۔ ہمارے علماء خواہ ہندو ہوں یا مسلمان کبھی ادھر توجہ نہیں کرتے کہ خود علوم جدیدہ سے واقفیت حاصل کریں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دہریت کے عمیق غار میں گرنے سے بچائیں وہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دور سے بیٹھے بیٹھے بُرا بھلا ضرور کہتے ہیں مسلمان علماء تو اُن کو کبھی منہ نہیں لگاتے اور فرض کر لیتے ہیں کہ یہ مردود و ملعون انگریزی خواں اِس قابل نہیں ہیں کہ ان سے مذہبی معاملات میں بات کیجاوے لیکن دشواری تو آکر یہ پڑی ہے کہ اسوقت ہماری قوم میں جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے وہ انھیں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی وجہ سے دکھائی دیتا ہے۔ علم اُن کے پاس ہے ہنر اُن کے پاس ہے۔ تالیف و تصنیف و تراجم اُنھیں کی بدولت ملک میں پھیلتے ہیں۔ سرکار دربار میں اور ملازمت میں جو کچھ بھی مسلمانوں کا حصہ ہے وہ فقط اُنھیں انگریزی خوانوں کی وجہ سے قوم کو حاصل ہے۔ پھر ہم اس بڑی اور ضروری اور روزافزوں ترقی کرنے والی تعداد کیطرف سے غفلت کیسے کر سکتے ہیں۔

علماء دین کو میں موجودہ زمانے کی نہایت ہی نازک حالت اور زبردست انقلاب کیطرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اُن کا دینی فرض ہے کہ وہ خود جدید علوم اور سائنس سے واقفیت حاصل کریں ملک میں دہریت کے پھیلنے کو روکیں گویں نے حضرات علماء کے سامنے اپنی عاجزانہ درخواست پیش کردی ہے